موجِ اِدراک

محسن نقوی

ماورا پبلشرز
۳۔بہاول پور روڈ، لاہور

فہرست عنوانات

۱- سرِلوحِ چشمِ تر ، ۷
۲- حمد ، ۱۱
۳- سلام ، ۱۴
۴- نگہبانِ رسالت ، ۱۵
۵- موجِ ادراک ، ۲۲
۶- المدد مصطفیٰؐ، المدد مصطفیٰؐ ، ۵۲
۷- گوہرِ گنجِ حرم ، ۵۸
۸- علیؑ جمالِ دو عالم ، ۸۹
۹- ملکۂ عصمت ، ۹۲
۱۰- رئیسِ امامت ، ۱۰۱
۱۱- نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے ؟ ، ۱۱۰
۱۲- خطیبِ نوکِ سناں ، ۱۲۱
۱۳- کربلا ، ۱۲۶
۱۴- مریمؑ کربلا ، ۱۳۱
۱۵- علیؑ کی بیٹی ، ۱۴۰
۱۶- سلام ، ۱۴۳
۱۷- قطعات ، ۱۵۲

اِنتساب

جن کے سجدوں سے منوّر ہے جبینِ آفتاب
میرے حرفوں کی عبادت اُن خداوالوں کے نام
میری شہ رگ کا لہُو، نذرِ شہیدانِ وفا
میرے جذبوں کی عقیدت کربلا والوں کے نام

محسن نقوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرِ لوحِ چشمِ تر

"موجِ ادراک" میرے فکری نظریات و عقاید اور وجدانی جذبات و محسوسات پر مشتمل شاعری کا مجموعہ ہے، اِس مجموعے میں شامل اَفکار کا مدار و محور انسانی عظمت کی تاریخ کو منور و مستنیر کرنے والی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جن کے کردار کی صداقت اور جذبوں کی توانائی سے ابنِ آدم کی تہذیب اور دینِ ایزدی کے آئین کی شیرازہ بندی ہُوئی اور اسلامی اقدار کی پیشانی پر انسانی شرافت کا عکسِ دوام کی صورت میں اَبد تک ومکتا رہے گا، میرے نزدیک سچے اور کھرے جذبوں کی حرارت جب فکر و خیال کی روشنیوں کے رنگ نکھارتی ہے تو الفاظ، الہام کی آئینہ بندی کر کے ذہنی حجابوں سے اُدھر پوشیدہ حقیقتوں کا سراغ لگاتے اور محسوسات کے آفاق سے پرے مدفون اسرار کا پتہ بتاتے ہیں اور جب تک صاحبِ نطق و بیان لفظوں کے مزاج سے مکمل طور پر واقف نہ ہو وہ جذبہ و خیال کے بے کراں صحراؤں میں دُور تک پھیلے ہُوئے وہم و تشکیک کے گھور اندھیروں میں راستہ بھٹک کر اپنے وجود تک کے نشانات سے بے خبری کے داغ اپنی بصیرت کے اُجلے پیرہن پر سجاتا رہتا ہے، اور اسی قلبی گمراہی کی آخری منزل کا نام موت ہے، موت جو جذبوں سے توانائی اور خیال سے رعنائی تک چھین لیتی ہے اِس لیے میں

ہمیشہ لفظ کی حیاتی قوت کا قائل رہا ہوں لفظ انسانی تہذیب کا سرمایہ بھی ہے اور فکری نظریات کی پہچان بھی، میں سمجھتا ہوں کہ زمین پر سب سے پہلے انسان کا اوّلین معجزہ "لفظ" کی تخلیق تھا، جس نے اُسے خود سے آشنا ہو کر اپنے آپ کو متعارف کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ لفظوں کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا یا موت عام انسانوں سے کہیں زیادہ حساس اور متاثر کن ہوتا ہے۔

لفظ ہماری کائنات ہیں، لفظ ہماری ذات کے ادراک کا موثر ترین ذریعہ اور ہمارے محسوسات کے اظہار کا توانا ترین وسیلہ ہیں، بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسان کی اصل میراث اُس کے لفظ ہیں۔ اگر یوں نہ ہوتا تو مرنے والوں کی قبروں کی پیشانیوں پر لفظوں سے اَٹے ہوئے کتبے کبھی نہ سجائے جاتے کہ یہی اُس کی میراث ہیں۔ موت کے بعد ہماری پہچان ہمارے وہ لفظ ہی تو بنتے ہیں جو ہم سادہ کاغذوں کے حوالے کر جاتے ہیں۔

انہی سادہ کاغذوں پر لکھے ہوئے حروف نے مجھے اُن شخصیتوں کا ادراک عطا کیا جو میرے اس مجموعہ کا موضوع اور میرے فکر کے تمام دائروں کے مرکزی نقطوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے اپنی تاریخ کے الفاظ کے سینے میں اُتر اُتر کر ادر حروف کی تخلیق کے مراحل سے گزر گزر کر ان کرداروں کی رہگزاروں پر تابندہ نقوشِ قدم کی مٹی کے ذرّوں کو اپنی پلکوں پر سجانے کی عبادت کی ہے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ تاریخ صرف اُن افراد کی عظمت کو سلام کرتی ہے جو

اپنے کردار اور عمل کی عظمت سے تاریخ کو عظیم بناتے ہیں، اور انسانی فکر صرف اُن ذہنوں کی چوکھٹ پر سجدۂ تعظیمی کا فرض انجام دیتی ہے جو فکر سے انسان کی ذہنیت کو معراج عطا کرتے ہیں۔

کسی انسان کی ذات جب کائنات پر محیط ہونے کا اٹل ارادہ کرتی ہے تو گردشِ لیل و نہار کی رگوں میں گونجتا گرجتا لہو برف بن جاتا ہے، وقت کی سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں، اور تاریخ کی سماعت کا گنبد اپنے آپ لرزنے لگتا ہے۔ انسان ازل سے اپنی تاریخ خود لکھتا ہے — اور اپنے گرد و پیش سے باخبر رہ کر آنے والوں کی آیندہ شب و روز کے زائچوں کو بشارتیں دیتا آیا ہے، تاریخ اپنے بوڑھے ہاتھوں میں سادہ کاغذ کا کشکول لیے انسانی وجدان کے بند اور مقفل کواڑوں پہ دستک دیتی رہی ہے، اور جو کچھ اس کے کشکول میں انڈیلا گیا۔ اُس نے دیانتداری سے آیندہ نسلوں کے حوالے کر دیا، تاریخ کی بینائی آج تک کمزور نہیں ہوئی، نہ ہی اس کا حافظہ ضعیف ہوا ہے — یہ الگ بات ہے، کہ ہم اپنی تاریخ سے خود تعصب کرتے رہے مگر تاریخ ہمارے تعصب یا بغض و حسد — کی دسترس سے ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے — اور یہی تاریخ کی دیانتداری ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے صفحے جلا تو سکتے ہیں مگر اس کے سینے میں چھپی ہوئی سچائیوں کو بھلا نہیں سکتے — ہم یونان کی تاریخ پر اپنے نسیان کی تہہ تو چڑھا سکتے ہیں مگر تھلیز، اینگزیمینڈر، انیگزیمینز، ارسطو، افلاطون یا سکندر کا نام ہمارے حافظے سے کہاں مٹ سکے گا؟ ہم نیل کے شب و روز کو دریا برد کر سکتے ہیں مگر موسیٰ و فرعون کے کردار ہماری بینائی

میں روشنی گھولتے رہیں گے، ہم تمام یورپ کا نام بھلا سکتے ہیں مگر نپولین اور ہٹلر یا مسولینی کا کردار کیا کریں گے؟ ہم ایشیا کو سبز یا سرخ بناتے رہیں مگر ایشیا کو ایشیا بنانے والوں کے نام کہاں بھلا سکیں گے؟ اسی طرح ہمارے نزدیک عجمی تاریخ کی کوئی قیمت ہو یا نہ ہو یا د شاہت و جمہوریت کے نمایندوں کے اسماء کی تاریخ ہمیشہ اپنی تمام تر خوبیوں یا برائیوں سمیت فضاؤں میں گونجتی رہے گی، اور عرب کے صحرانوردوں کے خیمے تو اپنے ذہن سے محو کر سکتے ہیں مگر شعب ابی طالب سے کربلا تک کے شب و روز کی یادداشتیں ہمیں ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرتی رہے گی، یہاں یہ بات عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہر دور کی تاریخ نے اپنے سینے میں سچ اور جھوٹ دونوں کے نمایندوں کے کردار کی فہرست محفوظ رکھی ہے ۔ ان کرداروں میں جتنی توانائی ہوتی ہے اتنی دیر تک ذہنوں میں زندہ بھی رہتے ہیں ۔

میں نے جب بھی اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے مجھے اسلام کا بچپن ابوطالب کی گود میں پلتا نظر آیا، جوانی عبداللہ کے یتیم اور پیغمبر انسانیت کے دامن کی چھاؤں تلے محوِ آرام ملی، بڑھاپا علیؑ کے طاقتور بازوؤں کے آنگن میں سانس لیتا دکھائی دیا، اسلام کی عصمت کا نام بتولؑ، عظمت کا لقب حسنؑ، زندگی کا ضامن حسینؑ اور ہیبت کا تخلص اُمّ المصائبؑ ٹھہرا ۔ اسی لیے "موجِ ادراک" میں شعبِ ابی طالب سے کربلا تک کے قدآور کرداروں کی شخصیت نگاری کا نامکمل اور ادھورا سا زائچہ نظر آئے گا، نامکمل اور "ادھورا" اس لیے کہ ان شخصیتوں کے

کردار کی عظمت کا بھرپور احاطہ نہ تو میرے فکر کی دسترس میں ہے اور نہ ہی میرے قلم کے بس کی بات ہے ۔۔ جہاں تک "موجِ ادراک" میں شامل قصائد کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری سا لگتا ہے کہ میں موجودہ دَور میں قصیدہ کی مکمل ہیئت اور اجزا سے باخبر رہنے کے باوجود مطلع، تشبیب، بہاریہ وغیرہ قسم کے زوائد کو اصل موضوع سے پہلے اس لیے غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کا سامع یا قاری نہ تو ذہنی طور پر اتنا فارغ ہے اور نہ ہی طبعاً اتنا مشکل پسند کہ ہر بات کی تہہ تک اُترنے کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کرے میں نے محسوس کیا ہے کہ صرف وہی لفظ زندہ رہتے ہیں جو ذہنوں سے دل تک اُترنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اِس لیے میں بالواسطہ بات کرنے کی بجائے بلاواسطہ بات کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ "موجِ ادراک" میں شامل تمام تر قصائد فنِ قصیدہ نگاری کے پُرانے مروّجہ اصولوں سے ہٹ کر اپنی شکل و صورت اور ہیئت کے لحاظ سے جُدا اور علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں، ان قصائد میں ہیئت نمائی سے زیادہ شخصیت نگاری پر توجہ دی گئی ہے۔

مجھے اپنی شاعری کے قد و قامت کا بھی اندازہ ہے اور اپنے موضوعات کی اہمیت کا بھی احساس ہے ۔۔ اس لیے اِس مجموعہ کی اشاعت پر کسی قسم کا دعویٰ کرنے کی بجائے میری یہ آرزو ہے کہ میرے یہ کج مج افکار محمدؐ و اہلبیتِ محمدؐ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پائیں۔

محسن نقوی

حمد

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار!
اے کارسازِ دہر و خداوندِ بحر و بر
اِدراک و آگہی کے لیے منزلِ مُراد
بہر مسافرانِ جنوں ، حاصلِ سفر!
یہ برگ و بار و شاخ و شجر، تیری آیتیں
تیری نشانیاں ہیں یہ گلزار و دشت و در
یہ چاندنی ہے تیرے تبسُّم کا آئینہ
پر تَو ترے جلال کا بے سایہ دوپہر!
مَوجیں سمندروں کی، تری رہگزر کے موڑ
صحرا کے پیچ و خم، ترا شیرازۂ سفر!

اُجڑے دلوں میں تیری خموشی کے زاویے
تابندہ تیرے حرف، سرِ لوحِ چشمِ تر
موجِ صبا، خرام ترے لطفِ عام کا
تیرے کرم کا نام، دُعا در دُعا، اثر

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کِردگار
پنہاں ہے کائنات کے ذوقِ نمو میں تُو
تیرے وجود کی ہے گواہی چمن چمن!
ظاہر کہاں کہاں نہ ہُوا، رنگ و بُو میں تُو
مری صدائیں ہیں تری چاہت کے دائرے
آباد ہے سدا مرے سوزِ گلو میں تُو
اکثر یہ سوچتا ہوں کہ موجِ نفس کے ساتھ
شہ رگ میں گونجتا ہے لہُو، یا لہُو میں تُو؟

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کِردگار!
مجھ کو بھی گرہِ شام و سحر کھولنا سکھا!
پلکوں پہ میں بھی چاند ستارے سجا سکوں
میزانِ حس میں مجھ کو گہر تولنا سکھا
اب نہ ہر ذائقے ہیں زبانِ حروف کے
اِن ذائقوں میں "خاکِ شفا" گھولنا سکھا
دل مبتلا ہے کب سے عذابِ سکوت میں
تُو ربِّ نطق و لب ہے، مجھے "بولنا" سکھا

سلام

عاشور کا ڈھل جانا، صغرؑا کا وہ مرجانا
اکبرؑ ترے سینے میں، برچھی کا اُتر جانا

اے خونِ علی اصغرؑ میدانِ قیامت میں
شبّیرؑ کے چہرے پر کچھ اور نکھر جانا

سجّاد یہ کہتے تھے، معصوم سکینہ سے
عبّاسؑ کے لاشے سے چپ چاپ گزر جانا

ننھے سے مجاہد کو ماں نے یہ نصیحت کی
تیروں کے مقابل بھی بے خوف و خطر جانا

محسنؔ کو رُلائے گا، تا حشر لہو اکثر
زہراؑ تری کلیوں کا صحرا میں بکھر جانا

نگہبانِ رسالت علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حقیقی مردِ مومن ، پیکرِ عزم وثبات
جس نے ٹھوکر سے اُلٹ دی بُولہب کی کائنات
ضامنِ عزمِ پیمبر بن گئی جس کی حیات
جس کے بچوں کی وراثت تھے جہاں کے معجزات
جس نے رکھ لی آبرو انسانیت کے نام کی !
جس نے لُٹ کر پرورش کی ناتواں اسلام کی

جس کی آغوشِ محبت میں پلی پیغمبری
جس نے بخشی آدمیت کو فلک تک برتری
دفن کر دی جس نے استبداد کی غارت گری
بُت تراشی، بُت پرستی، بُت نوازی، بُت گری
جس نے بخشی تھی تجھے توقیرِ عرفاں یاد کر
اے بنی آدم ابو طالبؑ کے احساں یاد کر

شیخِ بطحا، ناصرِ دیں، سیّدِ عالی نسب
بحرِ علم و فضل و شہرِ جُود و معیارِ ادب
پا لیے جس نے رموزِ آدمیت بے طلب
جس کی ہیبت سے لرزتے تھے خدایانِ عرب
وہ سخی جو اسخیا میں مثل اپنی آپ تھا
وہ بہادر جو شجاعت میں علی کا باپ تھا

وہ نبوّت کا مُصدِق وہ اخوت کا مدار
جس نے بخشا ضعفِ انسانی کو یزداں کا وقار
وہ مزاجِ آشتی کی سلطنت کا تاجدار
جس کی نسلوں میں نہاں تھی قوتِ پروردگار
حوصلہ جس کا مزاجِ عزم سے ور ہو گیا
جس کی شہ رگ کا لہو پھیلا تو حیدر ہو گیا

جس کے چہرے پر فروزاں تھی شجاعت کی شفق
جس کی آنکھوں میں رواں تھی آدمیت کی رمق
جس کی پیشانی تھی تاریخِ صداقت کا ورق
وہ ابوُطالب جسے مطلوب تھا عرفانِ حق
جس نے سینے سے لگایا حادثوں کو جھوم کر
چھا گیا جو زندگی پر موت کا منہ چوُم کر

وہ نگہدارِ محمدؐ، وہ نگہبانِ حرم
وہ جھلستے ریگزاروں کے لیے ابرِ کرم
وہ عرب زادوں کے لہجے میں انیسِ محترم
وہ شبستانِ رسالت میں چراغاں کا بھرم
آیۂ تطہیر ہے جس کے گھرانے کے لیے
جس کی نسلیں کٹ گئیں حق کو بچانے کے لیے

جس کے سنگِ در پہ جھکتی ہو زمانے کی جبیں
جس کا پیکر ہو پیمبرؐ کی صداقت کا امیں
جس کی قربت میں سکوں پائے امام المرسلیں
وہ بھٹک جائے رہِ حق سے؟ نہیں، ممکن نہیں
اُس کی ہستی کو خُدا کی شان کہنا چاہیے
اُس کی جاں کو محورِ ایمان کہنا چاہیے

جس نے ہر مشکل میں کی ہو وارثِ دیں کی مدد
جس کی گردِ پا کو چومے فاطمہؑ بنتِ اسدؑ
جو علیؑ سے مہدیؑ دیں تک امامت کی ہو جد
جس کے بیٹے کو ملی ہو "کلِ ایماںؑ" کی سند
کون کہتا ہے کہ اُس کے دل میں جذبِ دل نہ تھا؛
کون کہتا ہے کہ وہ خود مومنِ کامل نہ تھا؛

جس کے لب سرچشمۂ اعجازِ صد حمد و درود
جس کے لہجے میں حسنِ شمارِ آیۂ حق کا ورود
جس کا پیکر جلوۂ صد رنگ کی جائے نمود
توڑ ڈالیں جس نے عصرِ جہل کی ساری قیود
جس کی صہبائے تفکر عافیت آمیز تھی
جس کے احساسِ انا کی لَو قیامت خیز تھی

جس کی پیشانی کا بَل، موجِ غرورِ کردگار
جس کے ابرو کی کماں ہو گردشِ لیل و نہار
وہ یداللہ کا پدر، وہ مصطفےٰ کا افتخار
جس کو دھرتی پر ملا ہو مفلسی میں اقتدار
جس کے پوتے کا زمیں پر مقتدی عیسیٰؑ بنے
کیا کہوں محشر میں اُس کا مرتبہ کیا کیا بنے؟

وہ شعور و علم و حکمت کا حقیقی امتزاج
جس کے فرقِ ناز پر جچتا ہو سرداری کا تاج
یہ بھی کیا کم ہے بشر کی آدمیت کا مزاج
آج تک "شعبِ ابی طالب" کو دیتا ہے خراج
کس کو اندازہ ہے اُس کی عظمتِ ایمان کا
بانیِ اسلام خود ممنون ہے عمرانؑ کا

اے مؤرخ وقت کے معزور کرداروں سے پوچھ!
پوچھ، تاریخِ عرب کے سب ستمگاروں سے پوچھ!
کربلا میں ٹوٹتی بے لوچ تلواروں سے پوچھ!
شام کی گلیوں سے، چوراہوں سے، بازاروں سے پوچھ!
ذریت کس کی یزیدی حوصلوں پر چھا گئی؟
کس کی پوتی ظلم و استبداد سے ٹکرا گئی؟

بول اے تاریخ کے زندہ اصولوں کی زباں
کس کے بام و در سے ٹکراتی رہی ہیں بجلیاں؟
کون باطل کے مقابل آج تک ہے کامراں؟
سُوئے کوفہ پابجولاں تھا وہ کس کا کارواں؟
کس نے صدموں کو صدا دی حق پسندی کے لیے؟
کس کا گھر اُجڑا تھا دیں کی سربلندی کے لیے؟

موجِ اِدراک

یہ دشت یہ دریا یہ مہکتے ہوئے گلزار
اس عالمِ امکاں میں ابھی کچھ بھی نہیں تھا
اِک "جلوہ" تھا، سو گُم تھا حجاباتِ عدم میں
اک "عکس" تھا، سو منتظرِ چشمِ یقیں تھا

یہ موسمِ خوشبو یہ گہر تابیِ شبنم
یہ رونقِ ہنگامۂ کونین کہاں تھی؟
گُلنار گھٹاؤں سے یہ چھنتی ہُوئی چھاؤں
یہ دُھوپ، دھنک، دولتِ دارین کہاں تھی؟

یہ نکہتِ احساس کی منقروض ہوائیں
دلداریٔ الہام سے مہکے ہُوئے لمحات
دوشیزۂ انفاس کی تسبیح کے تیوَر
کس کنجِ تصوّر میں تھے مصروفِ مناجات ؟

"شیرازۂ آئینِ قدَم" کے سبھی اِعراب
بے رَبطیٔ اجزائے سوالات میں گُم تھے
یہ رنگ یہ نیرنگ یہ اَورنگ یہ سب رنگ
اِک پردۂ افکار و خیالات میں گُم تھے !

یہ پھُول یہ کلیاں یہ چٹکے ہُوئے غُنچے
بے آب و ہَوا، تشنۂ آیات و مناجات
یہ برگ، یہ برکھا، یہ لچکتی ہُوئی شاخیں
بیگانۂ آدابِ سحر بے لمِ جذبات

کہسار کے جھرنوں سے پھسلتی ہوئی کرنیں
اِک خوابِ مسلسل کے تحیّر میں نہاں تھیں!
چپ چاپ فضاؤں میں مچلتی ہُوئی لہریں
ماحول کے بے نطق تصوّر پہ گراں تھیں

غم خانۂ ظلمت نہ کوئی بزمِ چراغاں
خورشید نہ مہتاب، نہ انجم نہ کواکب
شورشں گہِ "کُن" تھی نہ یہ آوازِ دمادم
تفریقِ من و تُو نہ مساوات و مراتب

ہنگامۂ شادی نہ کوئی مجلسِ ماتم!
یلغارِ حریفاں نہ جلوسِ غمِ یاراں
آنکھوں میں کوئی زخم نہ سینے میں کوئی چاک
انبوہِ رقیباں نہ رُخِ لالہ عذاراں

افلاس کا احساس نہ پندارِ زر و سیم
بخشش کے تقاضے نہ یہ دریوزہ گری تھی
پتّھر کا زمانہ تھا نہ شیشے کے مکاں تھے
یہ عقل کا دستور نہ شوریدہ سری تھی

مقتول کی فریاد نہ آوازۂ قاتل
مقتل تھے نہ شہ رگ میں لہو تھا نہ ہوس تھی
دربار نہ لشکر نہ کوئی عدل کی زنجیر
دل تھا نہ کہیں تیرگیِ کنجِ قفس تھی

رہبر تھے نہ منزل تھی نہ رستے نہ مسافر!
قندیل نہ جگنو نہ ستارے نہ گُہر تھے
یہ اَبیض و اَسود نہ اَبّ و جَد نہ زر و سیم
انساں تھے نہ حَیواں نہ حجر تھے نہ شجر تھے

ہر سمت مُسلّط تھے تحیّر کے طلسمات!
جیسے کسی مدفن میں ہو صدیوں کا کوئی راز
جس طرح کسی اُجڑے ہُوئے شہر کے سائے
یا موت کی ہچکی میں پگھلتی ہُوئی آواز

جیسے کسی گھر میں صفِ ماتم کی خموشی
یا دشت و بیاباں میں نزولِ شبِ آفات
جیسے کسی کہسار پہ تنہا کوئی خیمہ!
یا شامِ غریباں کے تصرّف میں سمٰوات

ہَولے سے سرکنے لگے ہستی کے حجابات
دھیرے سے ڈھلکنے لگا تخلیق کا آنچل
چھن چھن کے بکھرنے لگا "شیرازۂ کُن۔کُن"
رِم جھم سے برسنے لگے اِحساس کے بادل

پلکیں سی جھپکنے لگی دوشیزۂ کونین!
ہلچل سی ہُوئی پیکرِ عالم کی رگوں میں
آفاق کے سینے میں دھڑکنے لگیں کرنیں
"شیرازہ کُن" ڈھل بھی گیا نغمگیوں میں

ہر سمت بکھرنے لگیں وجدان کی کرنیں
کرنوں سے کھلے رنگ تو رنگوں سے گلستاں
بیدار ہُوئی خواب سے خوشبوئے رگِ گُل
خوشبو سے مہکنے لگا دامانِ بیاباں،

دامانِ بیاباں میں نہاں سینۂ برفاب
برفاب کے سینے میں تلاطم بھی شرر بھی
اعجازِ لبِ کُن سے ہُوئے خلق بیک وقت
صحرا بھی، سمندر بھی، کہستاں بھی، شجر بھی

پھر حدّتِ تخلیق کی شِدّت سے پگھل کر
جاگے کئی طوفان، تہِ سینۂ برفاب
ہر موج تھی پروردۂ آغوشِ تلاطم!
ہر قطرہ کا دل، صورتِ بے خوابیِ سیماب

شانوں پہ اُٹھائے ہوُئے بارِ کفِ سیلاب
بے سمت بھٹکنے لگیں منہ زور ہوائیں
منہ زور ہواؤں کے تھپیڑوں کی دھمک سے
دل بن کے دھڑکنے لگیں بے رنگ فضائیں

بے رنگ فضاؤں کے تحیّرُ کی کسک میں
پنہاں تھے شب و روز سے آلود زمانے
بے اَنت زمانوں کے اُفق تھے نہ حدیں تھیں
آخر دیا ترتیب اِنھیں دستِ قضا نے

پھر چشمِ تحیّر نے یہ سوچا کہ فضا میں
شادابیِ گلزارِ طرب، کس کے لیے ہے؟
یہ کون ہُوا باعثِ تخلیقِ دو عالم!
یہ ارض و سما کیوں ہیں، یہ سب کس کے لیے ہے

تزئینِ مہ و انجمِ افلاک کا باعث
ہے کون؟ جو خلوت کے حجابوں میں چھپا ہے؟
تخلیقِ رگ و ریشۂ کونین کا مقصد!
ہے کیا؟ جو سرِ لوحِ شب و روز لکھا ہے؟

ہے کس کے لیے عشوۂ بلقیسِ تصوّر
یہ غمزۂ رُخسارِ جہاں کس کے لیے ہے؟
آرائشِ خال و خدِ ہستی کا سبب کون؟
یہ انجمنِ کون و مکاں کس کے لیے ہے؟

پھر ریشمِ انوار کا ملبوس پہن کر
ظاہر ہُوا اک پیکرِ صد رنگ بصد ناز
نکھرے کئی بکھرے ہُوئے رنگوں کے مناظر
فطرت کی تجلّی ہُوئی آمادۂ اِعجاز

وہ پیکرِ تقدیس وہ سرمایۂ تخلیق
وہ قبلۂ جاں مقصدِ تخلیقِ دو عالم
وِجدان کا معیار، مہ و مہر کا محور
وہ قافلہ سالارِ مزاجِ بنی آدم

وہ منزلِ اربابِ نظر، فکر کی تجسیم
وہ کعبۂ تقدیرِ دو عالم، رُخِ احساس
وہ بزمِ شب و روز کا سلطانِ معظّم
وہ رونقِ رُخسارۂ فیروزہ و الماس

وہ شعلگیٔ شمعِ حرم، تابشِ خورشید
وہ آئینۂ حسنِ رُخِ ارض و سماوات
وہ، جس سے رواں موجِ تبسّم کی سبیلیں
وہ جس کے تکلّم کی دھنک چشمۂ آیات

وہ جس کا ثنا خواں دلِ فطرت کا تکلّم!
ہستی کے مناظر، خمِ ابرو کے اشارے
آفاق ہیں دامن کی صباحت پہ تصدّق
قدموں کے نشاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ستارے

اُس رحمتِ عالم کا قصیدہ کہوں کیسے ؟
جو مہرِ عنایات بھی ہو، ابرِ کرم بھی
کیا اُس کے لیے نذر کروں جس کی ثنا میں
سجدے میں ہوں الفاظ بھی، سطریں بھی قلم بھی!

چہرہ ہے کہ انوارِ دو عالم کا صحیفہ
آنکھیں ہیں کہ بحرین تقدّس کے نگیں ہیں
ماتھا ہے، کہ وحدت کی تجلّی کا ورق ہے
عارض ہیں کہ "والفجر" کی آیت کے امیں ہیں

گیسو ہیں کہ "وَاللّیل" کے بکھرے ہوئے سائے
ابرو ہیں کہ قوسینِ شبِ قدر کھلے ہیں
گردن ہے کہ بر فرقِ زمیں اوجِ ثریّا
لب، صورتِ یاقوت شعاعوں میں دھلے ہیں

قد ہے کہ نبوّت کے خد و خال کا معیار
بازو ہیں کہ توحید کی عظمت کے علم ہیں
سینہ ہے کہ رمزِ دلِ ہستی کا خزینہ
پلکیں ہیں کہ الفاظِ رُخِ لوح و قلم ہیں

باتیں ہیں کہ طُوبیٰ کی چٹکتی ہُوئی کلیاں
لہجہ ہے کہ یزداں کی زباں بول رہی ہے
خطبے ہیں کہ ساون کے اُمنڈتے ہُوئے دریا
قرأت ہے کہ اسرارِ جہاں کھول رہی ہے

یہ دانت، یہ شیرازۂ شبنم کے تراشے
یاقوت کی وادی میں دمکتے ہُوئے ہیرے
شرمندۂ تابِ لب و دندانِ پیمبرؐ
حرفے بہ ثنا خوانی و خامہ بہ صریرے

یہ موجِ تبسّم ہے کہ رنگوں کی دھنک ہے
یہ عکسِ متانت ہے کہ ٹھہرا ہُوا موسم
یہ شکر کے سجدے ہیں کہ آیات کی تنزیل
یہ آنکھ میں آنسو ہیں کہ الہام کی رِم جھم

یہ ہاتھ یہ کونین کی تقدیر کے اوراق
یہ خط، یہ خد و خالِ رُخ مصحفِ انجیل
یہ پاؤں یہ مہتاب کی کرنوں کے معابد
یہ نقشِ قدم، بوسہ گہِ رفرفِ جبریل

یہ رفعتِ دستار ہے یا اَوجِ تخیّل!
یہ بندِ قبا ہے کہ شگفتِ گُلِ ناہید
یہ سایۂ داماں ہے کہ پھیلا ہُوا بادل
یہ صبحِ گریباں ہے کہ خمیازۂ خورشید

یہ دوشِ پہ چادر ہے کہ بخشش کی گھٹا ہے
یہ مہرِ نبوّت ہے کہ نقشِ دلِ مہتاب
رخسار کی ضَو ہے کہ نموِ صبحِ ازل کی
آنکھوں کی ملاحت ہے، کہ رُوئے شبِ کم خواب

ہر نقشِ بدن اِتنا مناسب ہے کہ جیسے
تزئینِ شب و روز کہ تمثیلِ مہ و سال
ملبوسِ کہن یوں شکن آلود ہے جیسے
ترتیب سے پہلے رُخِ ہستی کے خد و خال

رفتار میں افلاک کی گردش کا تصوّر
کِردار میں شامل بنی ہاشم کی انا ہے
گفتار میں قرآں کی صداقت کا تیقّن
معیار میں گردُوں کی بلندی کفِ پا ہے

وہ فکر کہ خود عقلِ بشر سر بگریباں
وہ فقر کہ ٹھوکر میں ہے دنیا کی بلندی
وہ شکر کہ خالق بھی ترے شُکر کا ممنون
وہ حُسن کہ یوسفؑ بھی کرے آئینہ بندی

وہ علم کہ قرآں کا تری عترت کا قصیدہ
وہ حلم کہ دشمن کو بھی اُمیدِ کرم ہے
وہ صبر کہ شبیرؑ تری شاخِ ثمردار
وہ ضبط کہ جس ضبط میں عرفانِ اُمم ہے

"اورنگِ سلیماں" تری نعلین کا خاکہ
"اعجازِ مسیحا" تری بکھری ہوئی خوشبو
"حُسنِ یدِ بیضا" تری دہلیز کی خیرات
کونین کی سج دھج تری آرائشِ گیسو

سرچشمۂ کوثر ترے سینے کا پسینہ
سایہ تری دیوار کا معیارِ ارم ہے
ذرّے تری گلیوں کے مہ و انجمِ افلاک
"سُورج" ترے رہوار کا اک نقشِ قدم ہے

دنیا کے سلاطیں، ترے جارُوب کشوں میں
عالم کے سکندر، تری چوکھٹ کے بھکاری
گردُوں کی بلندی، تری پاپوش کی پستی
جبریلؑ کے شہپر ترے بچّوں کی سواری

دھرتی کے ذوی العدل، ترے حاشیہ بردار
فردوس کی حوریں، تری بیٹی کی کنیزیں
کوثر ہو، گلستانِ اِرم ہو کہ وہ طُوبیٰ
لگتی ہیں ترے شہر کی بکھری ہُوئی چیزیں

ظاہر ہو تو ہر برگِ گُلِ تر، تری خوشبُو
غائب ہو تو دنیا کو سراپا نہیں ملتا
وہ اِسم، کہ جس اِسم کو لب چوم لیں ہر بار
وہ جسم کہ سُورج کو بھی سایہ نہیں ملتا

احساس کے شعلوں میں پگھلتا ہُوا سوچ
انفاس کی شبنم میں ٹھٹھرتی ہُوئی خوشبو
اِلہام کی بارش میں یہ بھیگے ہُوئے الفاظ
اندازِ نگارش میں یہ حُسنِ رمِ آہُو!

حیدرؑ تری ہیبت ہے تو حسنینؑ ترا حُسن
اصحابؓ؟ وفادار تو نائب ترے معصوم
سلمیٰؑ تری عصمت ہے، خدیجہؑ تری توقیر
زہراؑ تری قسمت ہے تو زینبؑ ترا مقسوم

کس رنگ سے ترتیب تجھے دیجیے مولا؟
تنویر، کہ تصویر، تصوّر کہ مصوّر؟
کس نام سے امداد طلب کیجیے تجھ سے
یٰسین کہ طٰہٰ، کہ مُزمّل کہ مُدثّر؟

پیدا تری خاطر ہوئے اطرافِ دو عالم
کونین کی وسعت کا فسوں تیرے لیے ہے
ہر بحر کی موجوں میں تلاطم تری خاطر
ہر جھیل کے سینے میں سکوں تیرے لیے ہے

ہر پھول کی خوشبو ترے دامن سے ہے منسوب
ہر خار میں چاہت کی کھٹک تیرے لیے ہے
ہر دشت و بیاباں کی خموشی میں ترا راز
ہر شاخ میں زلفوں سی لٹک تیرے لیے ہے

"دن" تیری صباحت ہے تو شب تیری ملاحت
گُل تیرا تبسم ہے، ستارے ترے آنسو!
آغازِ بہاراں تری انگڑائی کی تصویر
دلداریِ باراں ترے بھیگے ہوئے گیسو

کہسار کے جھرنے، ترے ماتھے کی شعاعیں
یہ قوسِ قزح، عارضِ رنگیں کی شِکن ہے
"یہ کاہکشاں" دُھول ہے نقشِ کفِ پا کی
ثقلین ترا صدقۂ انوارِ بدن ہے

ہر شہر کی رونق ترے رستے کی جمی دُھول
ہر بَن کی اُداسی، تری آہٹ کی تھکن ہے
جنگل کی فضا تیری متانت کی علامت
بستی کی پھبن تیرے تبسّم کی کِرن ہے

میداں ترے بُوذرؓ کی حکومت کے مضافات
کہسار ترے قنبرؓ و سلماںؓ کے بسیرے
صحرا، ترے حبشیؓ کی محبّت کے مُصلّے!
گلزار ترے میثمؓ و مقدادؓ کے ڈیرے

کیا ذہن میں آئے کہ تو اُترا تھا کہاں سے ؟
کیا کوئی بتائے تری سرحد ہے کہاں تک ؟
پہنچی ہے جہاں پر ترِی نعلین کی مٹّی
خاکسترِ جبریل بھی پہنچے نہ وہاں تک

سوچیں تو خدائی تری مرہُونِ تصوُّر
دیکھیں تو خدائی سے ہر انداز جُدا ہے
یہ کام بشر کا ہے نہ جبریلؑ کے بس میں
تُو خود ہی بتا اے میرے مَولاؐ کہ تو کیا ہے ؟

کہنے کو تو ملبُوسِ بشر اوڑھ کے آیا
لیکن ترے احکام فلک پر بھی چلے ہیں
اُنگلی کا اشارہ تھا کہ تقدیر کی ضَربت
مہتاب کے ٹکڑے تری جھولی میں گِرے ہیں

کہنے کو تو بستر بھی میسر نہ تھا تجھ کو
لیکن تری دہلیز پہ اُترے ہیں ستارے
انبوہِ ملائک نے ہمیشہ تری خاطر
پلکوں سے ترے شہر کے رستے بھی سنوارے

کہنے کو تو اُمّی تھا لقب دہر میں تیرا
لیکن تو معارف کا گلستاں نظر آیا
اِک تُو ہی نہیں صاحبِ آیاتِ سماوات
ہر فرد ترا وارثِ قرآں نظر آیا

کہنے کو تو فاقوں پہ بھی گزریں تری راتیں
اسلام مگر اب بھی نمک خوار رہے تیرا
تُو نے ہی سکھائی ہے تمیزِ من و یزداں
اِنساں کی گردن پہ سدا بار رہے تیرا

کہنے کو ترے سر پہ ہے دستارِ یتیمی
لیکن تو زمانے کے یتیموں کا سہارا
کہنے کو ترا فقر ترے فخر کا باعث
لیکن تُو سخاوت کے سمندر کا کنارا

کہنے کو تو ہجرت بھی گوارا تجھے لیکن
عالم کا دھڑکتا ہُوا دل تیرا مکاں ہے
کہنے کو تو مسکن تھا ترا دشت میں لیکن
ہر ذرّہ تری بخششِ پیہم کا نشاں ہے

کہنے کو تو اِک "غارِ حرا" میں تیری مَسند
لیکن یہ فلک بھی تری نظروں میں "کفِ خاک"
کہنے کو تو "خاموش"، مگر جنبشِ لب سے
دامانِ عرب گرد، گریبانِ عجم چاک

اے فکرِ مکمّل، رُخِ فطرت، لبِ عالم
اے ہادیٔ کُل، ختمِ رُسل، رحمتِ پیہم
اے واقفِ معراجِ بشر، وارثِ کونین
اے مقصدِ تخلیقِ زماں، حُسنِ مجسّم

نسلِ بنی آدم کے حسیں قافلہ سالار
انبوہِ ملائک کے لیے ظلِّ الٰہی!
پیغمبرِ فردوسِ بریں، ساقیِ کوثر
اے منزلِ ادراک، دل و دیدہ پناہی

اے باعثِ آئینِ شب و روزِ خلائق
اے حلقۂ ارواحِ مقدّس کے پیمبر
اے تاجورِ بزمِ شریعت، مرے آقا
اے عارفِ معراجِ بشر، صاحبِ منبر

اے سیّد و سرخیل و سرافراز و سخن ساز
اے صادق و سجّاد و سخی، صاحبِ اسرار
اے فکرِ جہاں زیب و جہاں گیر و جہاں تاب
اے فقرِ جہاں سوز و جہاں ساز و جہاں دار

اے صابر و صنّاع و صمیم و صفِ اوصاف
اے سرورِ کونین و سمیع یمِ اصوات
میزانِ اَنا، مکتبِ پندارِ تیقُّن!
اعزازِ خودی، مصدرِ صد رُشد و ہدایات

اے شاکر و مشکور و شکیلِ شبِ عالم
اے ناصر و منصُور و نصیرِ دلِ انسان
اے شاہد و مشہود و شہیدِ رُخِ توحید
اے ناظر و منظور و نظیرِ لبِ یزداں

اے یوسف و یعقوب کی اُمّید کا محور
اے بابِ مناجاتِ دلِ یونسؑ و ادریسؑ
اے نوحؑ کی کشتی کے لیے ساحلِ تسکیں
اے قبلۂ حاجاتِ سلیمانؑ و شہِ بلقیس

اے والیٔ یثرب مری فریاد بھی سُن لے
اے وارثِ کونین میں لب کھول رہا ہوں
زخمی ہے زباں خامہ دل خون میں تر ہے
شاعر ہوں مگر دیکھ مَیں سچ بول رہا ہوں

تُو نے تو مجھے اپنے معارف سے نوازا
لیکن میں ابھی خود سے شناسا بھی نہیں ہوں
تو نے تو عطا کی تھی مجھے دولتِ عرفاں
لیکن میں جہالت کے اندھیروں میں گھرا ہوں

بخشش کا سمندر تھا ترا لطف و کرم بھی
لیکن میں ترا لطف و کرم بھول چکا ہوں
بکھری ہے کچھ ایسے شبِ تیرہ کی سیاہی
میں شعلگیِ شمعِ حرم بھول چکا ہوں

تُو نے تو مجھے کفر کی پستی سے نکالا
میں پھر بھی رہا قامتِ الحاد کا پابند
تُو نے تو مرے زخم کو شبنم کی زباں دی
میں پھر بھی تڑپتا ہی رہا صورتِ اسپند

تو نے تو مجھے نکتۂ شیریں بھی بتایا
میں پھر بھی رہا معتقدِ تلخ کلامی
تُو نے تو مرا داغِ جبیں دھو بھی دیا تھا
میں پھر بھی رہا صید و ثنا خوانِ غلامی

تُو نے تو مُسلّط کیا افلاک پہ مجھ کو
میں پھر بھی رہا خاک کے ذرّوں کا پُجاری
تُو نے تو ستارے بھی نچھاور کیے مجھ پہ
میں پھر بھی رہا تیرگیٔ شب کا شکاری

تُو نے تو مجھے درسِ مساوات دیا تھا
میں پھر بھی من و تُو کے مراحل میں رہا ہوں
تُو نے تو جُدا کر کے دکھایا حق و باطل
میں پھر بھی تمیزِ حق و باطل میں رہا ہوں

تُو نے تو کہا تھا کہ زمیں سب کے لیے ہے
میں نے کئی خِطّوں میں اسے بانٹ دیا ہے
تُو نے جسے ٹھوکر کے بھی قابل نہیں سمجھا
میں نے اُسی کنکر کو خُدا مان لیا ہے

تُو نے تو کہا تھا کہ زمانے کا خداوند
انساں کے خیالوں میں کبھی آ نہیں سکتا
لیکن میں جہالت کے سبب صرف یہ سمجھا
وہ کیسا خدا؟ جس کو بشر پا نہیں سکتا

تُو نے تو کہا تھا کہ وہ اُونچا ہے خِرد سے
مَیں نے یہی چاہا اُتر آئے وہ خِرد میں
تُو نے تو کہا تھا کہ "اَحد" ہے وہ ازل سے
میں نے اُسے ڈھونڈا ہے سدا "حسّ و عدد" میں

اب یہ ہے کہ دنیا ہے مری تیرہ و تاریک
سایۂ غمِ دوراں کا محیطِ دل و جاں ہے
ہر لمحہ اُداسی کے تصرّف میں ہے احساس
تا حدِ نظر خوفِ مسلسل کا دھواں ہے

صحرائے غم و یاس میں پھیلی ہے کڑی دھوپ
کچھ لمس کفِ موجِ صبا تک نہیں ملتا
بے انت سرابوں میں کہاں جادۂ منزل؟
اپنا ہی نشانِ کفِ پا تک نہیں ملتا

اعصاب شکستہ ہیں تو چھلنی ہیں نگاہیں
احساسِ بہاراں نہ غمِ فصلِ خزاں ہے
آندھی کی ہتھیلی پہ ہے جگنو کی طرح دل
شعلوں کے تصرّف میں رگِ غنچۂ جاں ہے

ہر سمت سے ہے رنج و غم و آلام کی بارش
سینے میں ہر اک سانس بھی نیزے کی انی ہے
اب آنکھ کا آئینہ سنبھالوں میں کہاں تک
جو اشک بھی بہتا ہے وہ ہیرے کی کنی ہے

احباب بھی اعداء کی طرح تیر بکف ہیں،
اب موت بھٹکتی ہے صفِ چارہ گراں میں
سنسان ہے مقتل کی طرح شہرِ تصوّر
سہمی ہوئی رہتی ہے فغاں، خیمۂ جاں میں

—

○

ہیبتِ "نادِ علیؑ" میں یہ قرینہ دیکھا
رقص کرتا ہوا خشکی پہ سفینہ دیکھا
جب بھی مشکل میں لیا نامِ علیؑ گھبرا کر
میں نے مشکل کی جبیں پر بھی پسینہ دیکھا

اَلمدد مُصطفےٰ ، اَلمدد مُصطفےٰ
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

جل رہے ہیں بدن درد کی دھوپ میں
زندگی ڈھل گئی زخم کے روپ میں
دل میں کہرام ہے
تیرگی عام ہے
اِک نگاہِ کرم اے حبیبِ خدا!
المدد مصطفےٰ ، المدد مصطفےٰ!!

ہر نفس خوں اگلنے لگا ہے بشر
اب تو مٹنے لگا فرقِ شام و سحر
آنکھ مجبور ہے
رہگزر دُور ہے
بے خبر ہے نظر، بے اثر ہے دعا
اَلمدد مصطفٰےؐ، اَلمدد مصطفٰےؐ

جورِ فصلِ خزاں ہے چمن تا چمن
زیرِ دستِ اجل، زندگی کی کرن
اَز کراں تا کراں!
بس دھواں ہی دھواں
از اُفق تا اُفق رنج و غم کی گھٹا!
اَلمدد مصطفٰےؐ، المدد مصطفٰے!

لوگ یوں محو ہیں فکرِ دستار میں
جیسے حامی نہ کوئی کردار میں
آسماں زرد ہے
گرد ہی گرد ہے
آدمیّت ہے مصروفِ آہ و بکا
اَلمدد مصطفٰےؐ، اَلمدد مصطفٰےؐ

امنِ انسانیت پھر سے مفقود ہے
فکر کا آئینہ زنگ آلود ہے
جسم سے رُوح تک
سیم و زر کی دھنک
چاک در چاک ہے اہلِ دل کی قبا
المدد مصطفٰےؐ، المدد مصطفٰےؐ

پھر سے اوہام دل کو ہیں گھیرے ہُوئے
شہر والوں کے جنگل بسیرے ہُوئے
تیرے دریُوزہ گر
دَر بدر، دَر بدر
کون زندہ کرے رسمِ جُود و عطا؟
المدد مصطفیٰؐ، المدد مصطفیٰؐ

کافروں کا ستم پھر ترے دین پر؟
ظلم کے سائے، ارضِ فلسطین پر
سرزمینِ مجسّم!
وقفِ رنج و الم
خون سے گلبدن خطّۂ نینوا؟
المدد مصطفیٰؐ، المدد مصطفیٰ

خوابِ منزل میں کیوں قافلے سو گئے؟
تیرے مقداد و میثم کہاں کھو گئے
کیا ہُوئے وہ جری
فقر کے جوہری
مُضمحل ہیں رُتیں، ماتمی ہے فضا
المدد مُصطفٰےؐ، اَلمدد مصطفٰےؐ

پھر گدازِ ابُوذرؓ عطا کر ہمیں
مثلِ سلمانؓ شعلہ نوا کر ہمیں
درد کی رات میں
غم کی برسات میں
ہم فقیروں کو بھی مسکرانا سکھا
اَلمدد مصطفٰےؐ، اَلمدد مصطفٰےؐ

تُو ہے سلطانِ جاگیرِ شمس و قمر
تُو ہے شہزادۂ وسعتِ بحر و بر
اے حکیمِ عرب
تُو ہے قرآں بہ لب
مقصدِ امرِ کن، وارثِ "ہَلْ اَتٰی"
اَلمدد مصطفٰےؐ، اَلمدد مصطفٰےؐ

گوہرِ گنجِ حرم

ہر سُو رواں ہوائے خمارِ طرب ہے آج
"بابِ قبول" وا ہے، مُرادوں کی شب ہے آج
دل میں خوشی، سُرور نظر میں عجب ہے آج
ساقی مجھے نہ چھیڑ کہ "تیرہ رجب" ہے آج[۱۳]

رخ سے نقاب اُٹھا کے نویدِ ظہور دے
حاضر ہے دل کا جام، شرابِ طہور دے

وہ مے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے
نس نس میں "اِنّما" کی صبوحی بھری رہے
قائم سدا جہاں میں تری دلبری رہے
آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے

جو بادہ کش وِلا کا نشہ کل پہ ٹال دے
لِللّٰہ اپنی بزم سے اُس کو نکال دے

وہ مے پلا کہ جس میں نبوّت کی بُو رہے
جس کے نشے میں حسنِ امامت کی خُو رہے
"آدم" کو جس سے کھوئی ہُوئی آبرو ملے
میں بھی پیوں تو مجھ کو خدا رُوبرو ملے

وہ مے کہ جس میں صبحِ ازل کا سُرور ہو
وہ مے کہ جس میں "آلِ محمّد" کا نُور ہو

وہ مے جو مصطفٰےؐ نے "کِسا" میں چھپا کے پی
اور فاطمہؑ نے اپنی حیا میں ملا کے پی
حسنینؑ و مرتضٰیؑ نے جو محفل سجا کے پی
جبریل نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی
جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا
سلماںؓ پی کے فخرِ سلیمان ہو گیا

عیسٰےؑ نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی
موسٰیؑ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی
داؤدؑ کو بھی طاقتِ گویائی مل گئی
یعقوبؑ نے جو پی اُسے بینائی مل گئی
وہ مے کہ جس کا کیف دلوں میں اُتر گیا
یوسفؑ نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

قیمت میں خلد سے بھی جو برتر ہے وہ شراب
جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب
جو غازۂ خیالِ پیمبر ہے وہ شراب
جو مدّعائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب
جس کا سرورِ فکرِ بشر کا غرور ہے
جس کے نشے کی موج سرِ کوہ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے
جس کے بس ایک گھونٹ سے جنت میں گھر ملے
جس کے نشے میں شہرِ نبوت کا در ملے
جس کے سبب دلوں کی دعا کو اثر ملے
اِک رِند کائنات میں بیباک ہوگیا
بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہوگیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں
جس کے نشے کے رنگ اُڑیں عرش تک پڑیں
رندوں پہ اَولیاؔ کے زمانے کو شک پڑیں
کم ظرف میکشوں کے بھی ساغر چھلک پڑیں
کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے "دُر" کرے
وہ مے جو عاصیوں کو بھی اِک پل میں "حُر" کرے

جس کا سرور ضامنِ جنّت ہے وہ شراب
جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب
جو رمزِ "قُل کفا" کی حقیقت ہے، وہ شراب
جس کا خُمار اَجرِ رسالت ہے وہ شراب
ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے
نوکِ سناں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں
تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں
بھر دے اَبد کا رنگ بشر کی حیات میں
وہ مے جو آفتاب اُگلتی ہے رات میں
وہ مے جو ہے غلافِ حرم میں چھپی ہوئی
جو عرش پر ہے دستِ خدا سے بنی ہوئی

رندوں کو آج ضد ہے نزی دلبری کھُلے
رازِ جنون و غایتِ شعلہ سری کھُلے
یہ کیا کہ میکدے کا فسوں سرسری کھُلے؟
اِک "در" نہ کھول، آج تو "بارہ دری" کھُلے

تلچھٹ نہ دے کہ رند یہ خلد و عدن کے ہیں
آدمی سے ہیں غلام مگر پنجتن کے ہیں

میں چاہتا ہوں آج نیا اہتمام ہو!
"یٰسین" کی شراب ہو، "طٰہٰ" کا جام ہو
پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو
ہر رند کے لبوں پہ خدا کا کلام ہو
ہر دل سے آج بغض کا ناٹا نکال دے
دنیا کی خواہشوں کو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں "ھَلْ اَتیٰ" کی کرن گھول کر پلا
سر پہ لوائے حمدِ خدا کھول کر پلا
چپ چپ سا کیوں ہے آج تو ہنس بول کر پلا
رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا
ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو
پی لیں گنہگار تو حج کا ثواب ہو

ساغر اُٹھا کہ چھائی گھٹا جھوم جھوم کر
آئی ہوا نجف کے دریچوں کو چُوم کر
ساقی، حریم دل میں منوّر نجوم کر
رندوں کو واقفِ درِ بابِ علُوم کر
ہم کو پلا وہی جو "وِلا" کی شراب ہو
وہ مے جو اولیاء کے لیے انتخاب ہو

کھول ایسا میکدہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو
جس کی حدوں پہ بندش لوح و قلم نہ ہو
جس کی فضا میں کوئی فسوں محترم نہ ہو
ساغر تُراب کا ہو، کوئی جامِ جم نہ ہو
ہمراہ تُو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں
ورنہ ترے فقیر، سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غمِ جاں کی رُت ٹلی
غنچے بکھر گئے تو چٹکنے لگی کلی!
مہکی ہُوئی ہے شہرِ تصوّر کی ہر گلی
وہ دیکھ، سج رہا ہے زَچہ خانۂ علیؑ
مشغولِ رقص و نغمہ بہ لب جبرئیلؑ ہیں
مصروفِ اہتمام ذبیحؑ و خلیلؑ ہیں

حُوروں کے گیسوؤں سے مصلّے بُنے ہُوئے
پھر اُن پہ کہکشاں کے ستارے چُنے ہُوئے
موجِ درود میں وہ ملک سر دُھنے ہُوئے
پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سُنے ہُوئے
رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہ جبین کو
جُھک جُھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

آدم بچھا رہا ہے دُعاؤں کی چاندنی
ایوبؑ اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی
ہے آبدار نُوحؑ سا اِنسان کا نجی
آیا ہے خضرؑ ساتھ لیے خمسِ زندگی
یعقوبؑ بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے
یوسفؑ ہے ساتھ مشعلِ ہستی لیے ہوئے

ہر سُو ردائے ابرِ کرم ہے تنی ہوئی
ذرّوں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی
شبنم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی
مکّہ کی سرزمیں ہے مُصلّٰی بنی ہوئی
آئی ہے کون دیکھنے اِس اہتمام کو
جھکنے لگی ہیں مریمؑ و حوّاؑ سلام کو

آئے ہیں بہرِ دیدِ خدائی کے انبیاءؑ
اوّل ابوالبشرؑ ہیں تو آخر ہیں مصطفٰےؐ
اِس سمت انبیاءؑ ہیں تو اُس سمت اولیاءؒ
دونوں کے درمیان ہے عمرانؑ کا قافلہ
بلقیسؑ اک طرف ہو، سلیمانؑ خیال کر
"بنتِ اسدؑ" چلی ہے ردا کو سنبھال کر

وہ انبیاءؑ کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا
ہر سُو ہے شورِ صَلِّ عَلٰی، وِردِ مرحبا
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ چُپ چُپ سے مصطفٰےؐ
"بنتِ اسد" چلی ہے سُوئے خانۂ خدا
ساعت یہی ہے شاہدِ حق کے شہُود کی
ذرّوں سے آ رہی ہیں صدائیں وُرُود کی

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھڑی
بنتِ اسد یہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی
نازل ہوئی فلک سے وہ الہام کی لڑی
آئی صدا "نہ جا گلِ عصمت کی پنکھڑی
دیوار "در" بنے کہ زمانے میں دھوم ہو
ظاہر کمالِ مادرِ بابِ علوم ہو

ساقی نہ چھیڑ، ہے یہی آغازِ امتحاں
دھڑکن زمیں کی چپ ہے تو ساکت ہیں آسماں
خاموش، اے قیامتِ ہنگامہ جہاں!
کعبے میں جارہی ہے وہ اک بت شکن کی ماں
قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے
جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ
تارِ نفس کو چھیڑ کے چھیڑا ہوا نے راگ !
خوش ہو گئی زمیں کہ اُسے مل گیا سُہاگ
ساقی شراب لا کہ بجھے تشنگی کی آگ
ظلماتِ دو جہاں کی رِدا چاک ہو گئی
نازل ہُوئے علیؑ تو فضا پاک ہو گئی

بنتِ اسد کی گود سے اُبھرا اک آفتاب
ہاں اے تُراب، تجھ کو مبارک ہو بُوتراب
کوثر، چھلک ذرا، ترا ساقی ہے لاجواب
بطحا کی سرزمین ! سلامت یہ انقلاب
عمرانؑ جھومتے ہیں کہ زہرہ جبیں تو ہے
اب خوش ہیں مصطفٰے کہ کوئی جانشیں تو ہے

آدمؑ ہے خوش کہ اُس کی دعا کا اثر مِلا
عیسیٰؑ ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر مِلا
ایوبؑ کو بھی صبر کا شیریں ثمر مِلا
یوسفؑ کو اپنے حسن کا پیغامبر مِلا
مسرور ہے فضا، کوئی محشر بپا نہ ہو؟
سہمے ہوئے ہیں بُت کہ یہ بندہ خدا نہ ہو

ترتیبِ خال و خد سے نمایاں ہے برتری
پیکر کے بانکپن پہ نچھاور دلاوری
چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پیمبری
آنکھوں میں وہ غرور کہ حیراں ہے داوری
چہرہ نکھر رہا ہے نبوّت کے خواب کا
بچپن پہ انحصار ہے حق کے شباب کا

ابرو یہ قوس قوس یہ زلفیں شکن شکن
عارض یہ رنگ رنگ یہ چہرہ چمن چمن
اعضاء شفق شفق ہیں یہ آنکھیں کرن کرن
پلکیں یہ حرف حرف، یہ تیور سخن سخن،
آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں
خوشبو ہے داوری کی بشر کے لباس میں

آیا ہے ٹوٹ کر اسد اللہ پر شباب
صحرا کی موج موج سے ابھرا اک انقلاب
پیدا ہُوا دِلوں کی تہوں میں وہ اضطراب
بُوجہل و بُولہب کا بھی زہرہ ہے آب آب
دیکھا وہ مرتضےٰؑ نے دلِ ماء وطین کو
جبریلؑ، پر بچھا کے بچا لے زمین کو!

ساقی شراب لا کہ طبیعت مچل گئی
لغزش مرے شعور کی مستی میں ڈھل گئی
نبضِ قلم بہکنے لگی تھی، سنبھل گئی
رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی
آ، تجھ پہ رمزِ رونقِ ہستی عیاں کروں
کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

مولا علیؑ، شعورِ بشر، فکرِ ارجمند
ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند
وہ جس کا مرتبہ بنی آدم میں ہے بلند
چھڑکا ہے جس نے موت کے چہرے پہ زہر خند
جو نقطۂ عروجِ فروغ و اصول تھا
بستر پہ سو گیا تو شبیہِ رسولؐ تھا

کشور کشائے فکر، شجاعت کا بانکپن
صابر، سخی، کریم، رضا جُو وہ بُت شکن
نانِ جویں کا ناز، قناعت کی انجمن
دل کا غرور، جرأت و احساس کی پھبن
جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا
جس کا شعور بوسہ گہِ جبرئیل تھا

خیبر کشا، یقین کا پیکر وہ بُو تراب
تاریخ کی جبیں پہ وہ فتحِ مُبیں کا باب
سر چشمۂ نجاتِ بشر، رُوحِ انقلاب
جس کے وجود سے ہے رُخِ دیں کی آب و تاب
جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا
خطروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ ناز پہ کج تھا شرف کا تاج
وہ بُوتراب، شمس و قمر سے جو لے خراج
وہ خُلق و اقتدار و سخاوت کا اِمتزاج
جس نے زمیں پہ رہ کے کیا آسماں پہ راج
سلطانیِ بہشتِ بریں کی نوید لی!!
اِک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی!

ایسا کریم، جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا حلیم، علم کو جس سے مدد ملے
ایسا سلیم، جس میں شعورِ صمد ملے
ایسا عظیم، جس کی ادا میں اَحد ملے
دنیا و دیں میں جس کو معلّٰی نسب ملے
خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملے

جس نے ہوا کی زد پہ منوّر کیے چراغ
جس نے مزاجِ عزمِ رسالت تھا باغ باغ
جس کا وجود منزلِ کونین کا سُراغ
جس کی عطا کا نام بہشتِ دل و دماغ
جس کے لہو سے چہرہ عالم نکھر گیا
جس کا ہر ایک نقش دلوں میں اُتر گیا

وہ دین کی سلطنت کا اولوالعزم تاجدار
وہ مظہرِ جلالِ خداوندِ روزگار!
وہ بوریا نشیں وہ شہِ کہکشاں سوار
وہ بندۂ خدا، وہ خدائی کا افتخار
جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے عَلَم کی چھاؤں رسالت پناہ تھی

وہ مرتضےٰؑ وہ گوہرِ گنجِ حرم علیؑ
صحرائے جاں پہ سایۂ ابرِ کرم علیؑ
سرمایۂ حیات، انا کا بھرم علیؑ
ٹھہرا نبیؐ کے بعد سدا محترم علیؑ
مشکل میں جو خرد کے لیے کارساز تھا
جو "لیلۃ الحریر" میں وقفِ نماز تھا

جو شہریارِ شہرِ امامت ہے وہ علیؑ
جس کا ہر ایک نقش سلامت ہے وہ علیؑ
جو صدقِ مصطفےٰؐ کی علامت ہے وہ علیؑ
جس کے غضب کا نام قیامت ہے وہ علیؑ
جس نے گدا گروں کو تونگر بنا دیا
بے زر کو چھو لیا تو ابوذر بنا دیا

اقلیمِ حرّیت کا شہنشاہِ بے مثال
چہرے پہ عکسِ غازۂ رعنائیٔ خیال
جس کے خرامِ ناز سے بھُولیں غزال چال
آئے جلال میں تو لگے وجہِ ذوالجلال
جاگے تو یوں کہ تمغۂ عزمِ وحید لے
سوئے تو کردگار کی مرضی خرید لے

منبر پہ شمعِ امن تو جنگاہ میں جری
نازاں ہو جس کے فقر کی دولت پہ سروری
جس کی ہر اک ادا میں ہو عکسِ پیمبری
دنیا میں بے عدیل ہو جس کی سخنوری
وہ مردِ حق جو فاتحِ بدر و حنین ہے
ہاں وہ علیؑ جو دیں کے لیے زیب و زین ہے

ہاں ہاں وہ مردِ حق، وہ ہمیرؑ کا چارہ ساز
افشا تھا انگلیوں کی طرح جس پہ دل کا راز
تا حشر جس کی ضرب پہ سجدے کریں گے ناز
وہ جس کا نام لے کے ہوئی سرخرو نماز
جو دینِ کبریا کے کرم کا جہان ہے
محرابِ معرفت میں سحر کی اذان ہے

مشکلکشا، امیر، انا مست، بت شکن
جس سے فضائے دشتِ وفا ہے چمن چمن
سرمایۂ مزاجِ مناجاتِ پنجتنؑ
خالق کا معجزہ وہ خدائی کا بانکپن
جس بندۂ خدا کو "نصیری" خدا کہیں
اے عقل کچھ بتا اسے ہم لوگ کیا کہیں؟

وہ، جس کا عکس، غازۂ رخسارِ زندگی
جس کا عمل تھا نقطۂ معیارِ زندگی
جس کا خرام شعلۂ رفتارِ زندگی
جس کا وجود مخزنِ اسرارِ زندگی
وہ نازِ آسماں جو رسالت خمیر تھا
جو محفلِ جہاں میں بشر کا ضمیر تھا

یزداں کی چھوٹ جس کے حسیں خال و خد میں ہو
فتحِ مبیں کا راز بھی جس کی مدد میں ہو
جو آسرا حیات کا بدر و اُحد میں ہو
عالم کا علم جس کے "سلونی" کی زد میں ہو
رکھتا ہو بہرِ دیں جو ہتھیلی پہ جان کو
وہ کیوں نہ ٹھوکروں پہ گھمائے جہان کو

سجدے غلام جس کے، عبادت کنیز ہو
جس کے لیے قضا و قدر گھر کی چیز ہو
ایمان و کفر میں جو نشانِ تمیز ہو
خود اپنی زندگی سے جسے حق عزیز ہو
وہ، جس کو اہلِ علم، صداقت کا گھر کہیں
سب لوگ جس کو شہرِ نبوت کا در کہیں

ارض و سما پہ جس کی سدا حکمرانیاں
وہ جس کے بچپنے پہ ہوں قرباں جوانیاں
بکھری ہیں جس کے رُخ پہ خدا کی نشانیاں
جس کے قدم کی گرد بنیں کامرانیاں
جس کا مزاج وجہِ غرورِ صمد بنے
جس کا لکھا بہشتِ بریں کی سند بنے

جو دینِ کبریا کا مقدّر ہے وہ علیؑ
جو منبرِ قضا کا سخنور ہے وہ علیؑ
جو حق کی رحمتوں کا سمندر ہے وہ علیؑ
جو بابِ شہرِ علمِ پیمبر ہے وہ علیؑ
میداں میں جو بشر کو متاعِ ضمیر دے
جھولے میں ہو تو کلّۂ اژدر کو چیر دے

کعبے سے پوچھ رتبۂ کرارِ ذی حشم!
سر عرش پر ہے، پشتِ زمانہ پہ ہیں قدم
یا پھر غدیرِ خُم سے اُٹھا کچھ تو کیف و کم
پھر دیکھ بُو تراب ہے کس درجہ محترم؟
سمٹے تو "ب" کے نقطے کا عکاس ہے علیؑ
پھیلے تو تا بہ سرحدِ "وَالنّاس" ہے علیؑ

آمرِ قضائے کو دیکھ رکوع و سجود میں
بے مثل و بے نظیر قیام و قعود میں
تائیدِ حق کا عکس ہے جس کے وجود میں
شامل ہے جس کا نام ہمیشہ درود میں
جو دشت کو خزاں میں بہاریں عطا کرے
"اندھے بھکاریوں" کو قطاریں عطا کرے

حیدرؑ رضائے حق کی اطاعت کا نام ہے
حیدرؑ انا پرست شجاعت کا نام ہے
حیدرؑ مزاجِ دیں کی شرافت کا نام ہے
حیدرؑ ازل سے روحِ عبادت کا نام ہے
حیدرؑ نبیؐ کا ناز ہے، حسنِ یقین ہے
حیدرؑ سوارِ پشتِ دلِ ماؤ طین ہے

"کعبہ" ہے جس کی جائے ولادت وہ شیر خوار
"مسجد" میں پا گیا جو شہادت وہ تاجدار
بستر رسولؐ کا ہے جسے وجہِ افتخار
اب تک دلِ وجود پہ ہے جس کا اقتدار
جس کا کرم ہی چشمۂ آبِ حیات ہے
یہ کائنات جس کے بدن کی زکوٰۃ ہے

میری عقیدتوں کے لیے آستاں علیؑ
وسعت میں ایک تاروں بھرا آسماں علیؑ
خالق کی عظمتوں کا حسیں کارواں علیؑ
معراج میں نبیؐ کا ہُوا رازداں علیؑ
جی چاہتا ہے بات سدا معتبر کہوں!
مولاؑ کے نقشِ پا کو میں شمس و قمر کہوں

ساقی پلا کہ جامِ وِلا مختصر نہ ہو
جی چاہتا ہے اب یہ گھٹا مختصر نہ ہو
اَبر و عبیر و بادِ صبا مختصر نہ ہو
موجِ درود و حمد و ثنا مختصر نہ ہو
اِک جام اور دے کہ نیا طَور مانگ لوُں!
مولائے کائنات سے کچھ اور مانگ لوُں

مولاؑ، ترے مزاجِ سخاوت کی خیر ہو
تیری اَنا کی خیر، محبّت کی خیر ہو
اے دیں کے تاجور تیری عظمت کی خیر ہو
تیرے شعور تیری حکومت کی خیر ہو
مجھ کو شعورِ فکر کی جاگیر بخش دے
میری دعا کو بھی ذرا تاثیر بخش دے

ملبوسِ حرف کو نئے موسم کا رنگ دے
دل کی اُداسیوں کو اَنا کی ترنگ دے
سودائے سر کو لذّتِ دیدارِ سنگ دے
بے آسرا حیات کو تازہ اُمنگ دے
تصویرِ جذبِ مالکِ اَشتر دکھا مجھے
بُوذرؓ کی زندگی کا قرینہ سکھا مجھے

زوجِ بتُولؑ، اے مِرے مشکلکشا سلام
بعد از رسُولؐ، دہر کے حاجت رَوا، سلام
اے شہسوارِ اَشہبِ صبح و مَسا، سلام
رمز آشنائے گردشِ ارض و سما، سلام
چاہے تو میرے لفظ نگینوں میں ڈھال دے
دامن میں دَر نہ گردِ کفِ پا ہی ڈال دے

اے رازِ اَمرِ کُن کے حقیقی اَمین، سُن!
اے دوشِ کائنات کے مسند نشیں، سُن!
اے وارثِ نظامِ یَسار و یمین، سُن!
اے محورِ شعارِ دلِ ما، وطین، سُن!
اتنا سا معجزہ بھی ترے حق میں نیک ہے
اب بھی ترا حسینؑ زمانے میں ایک ہے

○

بدلی مصیبتوں کی جو چھائی تھی چھٹ گئی!
مشکل مری حیات کے رستے سے ہٹ گئی

میں نے علیؑ کا نام لیا جب جلال میں
گھبرا کے میری موت بھی واپس پلٹ گئی

علیؑ، جمالِ دو عالم

علیؑ، جمالِ دو عالم، علیؑ امامِ زمن
علیؑ، وقارِ دل و جاں، علیؑ بہارِ چمن
علیؑ، عروجِ فصاحت، علیؑ کمالِ سخن
علیؑ، عرب کے اندھیروں میں حق کی پہلی کرن
علیؑ ولی سے گریزاں نہ ہو خدا کے لیے
علیؑ تو قوّتِ بازو ہے مصطفےٰؐ کے لیے

علیؑ کا نطق، "سلونی" کے آبشار کی ضَو
علیؑ کا حسن، مہ و مہر میں حیات کی رو
علیؑ ہنسے تو پھٹے دو جہاں میں صبح کی پو
علیؑ جو چپ ہو تو رک جائے نبضِ عالمِ نَو
علیؑ رُکے تو نوا رحت مشی میں ڈھلتی ہے
علیؑ چلے تو زمانے کی سانس چلتی ہے

علیؑ کا فکر، شعورِ حیاتِ نَو کی اساس
علیؑ کا فقر، جہاں میں تونگری کا لباس
علیؑ کا علم، دلِ آگہی، شکستِ قیاس
علیؑ کا حِلم، کرم گستری میں عدل شناس
بھٹک رہے ہو کہاں عاقبت گری کے لیے؟
علیؑ کا نام ہی کافی ہے رہبری کے لیے

علیؑ ضمیرِ جنوں، میرِ کاروانِ خرد
علیؑ شعورِ امامت، علیؑ غرورِ صمد
علیؑ امینِ رموزِ رسولؐ و فکرِ اَحد
علیؑ، دلیر، بہادر، سخی، کریم، اسد
علیؑ کے ذکر سے جنّت وصول ہوتی ہے
بغیر اس کے دعا کب قبول ہوتی ہے

علیؑ ہے منزلِ ادراک و آگہی کا نشاں
علی ہے رونقِ ہنگامۂ زمان و مکاں
علیؑ کے دم سے ہُما دم رواں دواں یہ جہاں
علیؑ کے دستِ کرم کی کرن کراں بہ کراں
اگر نجات کے طالب ہو تُم اَبد کے لیے
کبھی پکار کے دیکھو اسے مدد کے لیے

مِلکۂ عِصمت (سلام اللہ علیہا)

جہانِ انسانیت میں توحید کا مقدس خیال زہراؑ
شرف میں وحدت ادا، امامت جبیں، نبوّت جمالِ زہراؑ
ہو جس پہ نازاں دلِ مصوّر، وہ نقشِ حسنِ کمالِ زہراؑ
خدائے بے مثل کی خدائی میں تا اَبد بے مثال زہراؑ

یہ شمعِ عرفانِ ایزدی ہے، یہ مرکزِ آلِ مصطفٰےؐ ہے
حسنؑ سے مہدیؑ تلک امامت کے سلسلے کی یہ ابتدا ہے

یہ "ف" سے فہمِ بشر کا حاصل "الف" سے اَلحمد کی کرن ہے
یہ "ط" سے "طٰہٰ" کے گھر کی رونق یہ "م" سے منزلِ محن ہے
یہ "ہ" سے ہر دو سرا کے سلطاں کے دیں کی پُرنور انجمن ہے
یہ "ز" سے زینتِ زمیں کی "ہ" سے ہدایتوں کا ہرا چمن ہے
یہ "ر" سے رہبرِ رہِ وفا کی "الف" سے اوّل نسب ہے اس کا
اِسی لیے نام فاطمہؑ ہے جناب زہرؑا لقب ہے اس کا

یہ مُصحفِ آلِ مصطفےٰ ایں مثالِ "یٰسین" محترم ہے
نہ پُوچھ اس کی بلندیوں کو آسماں بھی تہہِ قدم ہے
اِسی کی جلوؤں سے ہے یہ دُنیا اِسی کی غیبت رُخِ عدم ہے
اِسی کی چوکھٹ پہ سجدہ کرنے سے آسماں کی کمر میں خم ہے
کیا ہے دونوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا
کہ مرتضےٰؑ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

اِسی کے نقشِ قدم کی برکت نے ماہ و انجم کو نور بخشا
اِسی کے دَر کے گداگروں نے ہی آدمی کو شعور بخشا!
اِسی کی خاطر تو حق نے صحرا کو جلوۂ کوہِ طور بخشا
جو اس کا غم لے کے مر گیا ہے، خدا نے اس کو ضرور بخشا
یہ روحِ عقل و شعور بھی ہے، دلِ فروع و اصول بھی ہے
زمیں پہ ہو تو علیؑ کی زوجہ، فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

عجیب منظر ہے، صحنِ مسجد میں سب کو اُلجھن پڑی ہوئی ہے
یہ وہ گھڑی ہے کہ سانس حلقومِ زندگی میں اَڑی ہوئی ہے
تمام اصحاب دم بخود ہیں، نظر زمیں میں گڑی ہوئی ہے
ہوئی ہیں مسند نشین زہرؑا مگر نبوّت کھڑی ہوئی ہے
عمل سے ثابت کیا پیمبرؐ نے جو تھا پیغام کبریا کا
بشر تو کیا انبیاء پہ بھی احترام لازم ہے فاطمہؑ کا

یہ وہ کلی ہے کہ جس کی خوشبو کو سجدہ کرتی ہیں خوشبو بہاریں
یہ وہ ستارہ ہے جس سے روشن ہیں آسمانوں کی رہگزاریں
یہ وہ سحر ہے کہ جس کی کرنیں بھی ہیں امامت کی آبشاریں
یہ وہ گہر ہے کہ جس کا صدقہ فلک سے آکر ملک اُتاریں
یہ وہ ندی ہے جو آدمیت کی مملکت میں رواں ہوئی ہے
یہ وہ شجر ہے کہ جس کی چھاؤں میں خود شرافت جواں ہوئی ہے

حیا کی دیوی، وفا کی آیت، حجاب کی سلسبیل زہرؑا
کہیں ہے معصومیت کا ساحل، کہیں شرافت کی جھیل زہرؑا
جہانِ موجود میں بنی ہے، وجودِ حق کی دلیل زہرؑا
زمانے بھر کی عدالتوں میں نساء کی پہلی وکیل زہرؑا
حضورِ زہرؑا، بشر سے ہٹ کے پیمبروں کے سلام بھی ہیں
کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسینؑ جیسے امام بھی ہیں

"کسا" میں آئی تو پنجتن ؑ کے شرف کی پہچان بن گئی ہے
"نسا" میں بیٹھی تو تربیت گاہ دین و ایمان بن گئی ہے
سمٹ کے دیکھا تو "ب" کے نقطے کی زیر کی شان بن گئی ہے
بکھر کے سوچا تو فاطمہ ؑ خود تمام قرآن بن گئی ہے

جہاں میں رمزِ شعورِ وحدت کی عارفہ ہے، امیں ہے زہرا ؑ
"مباہلہ" کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتحِ مبیں ہے زہرا ؑ

نبی ؐ کے دیں! تیری کشتِ ویراں پہ مثلِ ابرِ رواں ہے زہرا ؑ
مزاجِ آدم تری زمیں پر بصورتِ آسماں ہے زہرا ؑ
علی ؑ کے گھر سے خدا کے گھر تک شعور کی کہکشاں ہے زہرا ؑ
بتول ؑ و مریم ؑ میں کیسی نسبت کہاں ہے مریم ؑ کہاں ہے زہرا ؑ

جنابِ مریم ؑ کہاں کہ زہرا ؑ تو انبیاء سے بھی بڑھ گئی ہے
کہ اُس کا بیٹا ؑ تو اس کے لختِ جگر کا بے لوث مقتدی ہے

اِسیؑ کے بچّے ہُنر سکھاتے ہیں دَہر کو کیمیا گری کا
اِسی نے اپنے گداگروں کو مزاج بخشا ہے افسری کا
اسی کا گھر مخزنِ ہدایت، یہی ہے محور پیمبری کا
اِسی کے نقشِ قدم کی مٹی سے راز ملتا ہے بُوذری کا
اِسی کی خوشبو کا نام جنّت ہے گنگناتی ہوا سے پوچھو
جنابِ زہرؑا کے مرتبے کو نصیریوں کے خدا سے پوچھو

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں سے آگہی کے اصُول چمکے
اِسی کے دم سے زمانے بھر کی جبیں پہ نامِ رسول چمکے
نجوم کرنوں کی بھیک مانگیں جو اس کے قدموں کی دُھول چمکے
کہاں یہ ممکن ہے، چاند، شب کو بغیرِ اذنِ بتولؑ چمکے؟
جو مجھ سے پوچھو تو عرض کر دوں قیاس آرائیاں غلط ہیں
یہ چاند میں داغ کب ہے، لوگو! جنابِ زہرؑا کے دستخط ہیں

بہشت کیا ہے؟ تری مؤدّت کے بحرِ زرّیں کی بیکرانی
یہ عرش کیا ہے؟ زمیں پہ آنے سے پیشتر تری اُجد ھانی
شعور کیا ہے؟ ترا تعارف، یہ دین کیا ہے؟ تری کہانی
عذاب کیا ہے؟ غضب ہے تیرا، ثواب کیا، تری مہربانی
یہ کہکشاں رہگزر ہے تری، یہ آسماں سائباں ہے تیرا
فلک پہ تاروں کی بھیڑ کیا ہے؟ رواں دواں کارواں ہے تیرا

تُو ایسا نقطہ ہے جس کے دامن میں حق کی مرضی سمٹ رہی ہے
تری مشیت ہر ایک لحظہ نقابِ ہستی الٹ رہی ہے
ہے جس قیامت کا نام بخشش، تری ردا سے لپٹ رہی ہے
یہ سانس لیتی ہے ساری دُنیا کہ تیری خیرات بٹ رہی ہے
تری عطا کے سبھی سبیتے مرے دِل حشر خیز میں ہیں
سبھی ہواؤں پہ راج تیرا، سبھی سمندر حنیز میں ہیں

لکھا ہے میں نے جو قصیدہ، نہیں ہے کوئی کمال میرا
یہ سب کرم ہے تری نظر کا، قلم تھا ورنہ نڈھال میرا
درِ پیمبر پہ دے کے دستک پلٹ پڑا پھر خیال میرا
زمانے بھر کے مؤرخوں سے ہے احتجاجاً سوال میرا
بتاؤ! اُمّت کا ظلم اپنے نبیؐ کی بیٹی کے ساتھ کیوں ہے؟
بتاؤ!! اب تک جنابِ زہرؑا کا ایک پہلو پہ ہاتھ کیوں ہے؟

چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہرِ مبیں ایسا
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حسن حیدرؑ کو
بڑی مشکل سے پایا ہے نسیمؔ نے جانشیں ایسا

رئیسؔ اِمامت

لوحِ جہاں پہ فکر کی معراجِ فن کا نام
لکھا ہے پنجتن کی حسیں انجمن کا نام
سوچا خزاں کے عہد میں جب بھی چمن کا نام
آیا مری زباں پہ اِمام حسنؑ کا نام — !

جس نے خدا کے دین کی صورت اُجال دی
وحشی دلوں میں امن کی بنیاد ڈال دی

سرچشمۂ نجاتِ بشر، حسنِ کردگار،
اِنسانیت کے باغ میں پیغمبرِ بہار
حاجت روا، حسیں وہ اَنا مست بردبار
وہ اَمن و عافیت کی حکومت کا تاجدار
تشبیہہ دوں کسی سے مری کیا مجال ہے؟
بس اِتنا کہہ رہا ہوں، حَسنؑ بے مثال ہے

زہراؑ کا چاند، ابنِ علیؑ، مصطفےٰؐ کا نور!
جس کی جبیں سے پھوٹ رہی ہے شعاعِ طُور
رقصاں ہے جس کی آنکھ میں ادراک کا سرور
جس کی ہر اک ادا سے نمایاں نیا شعور
چپ رہ کے جس نے باگ حکومت کی موڑ دی
کھولی زباں تو ظلم کی زنجیر توڑ دی!

وہ مجتبےٰؑ وہ عالمِ لوحِ فلک مقام!
معراجِ فکر، سدرہ نظر، عرشِ اِحتشام
ایسا سخی، مَلک بھی کریں جس کا اِحترام
دشمن سے بھی لیا نہ کبھی جس نے اِنتقام
جس نے دُعائے غیر کو تاثیر بخش دی
اپنے عدو کو اپنی ہی جاگیر بخش دی

اللہ رے آب و تابِ رُخِ ابنِ بوتُرابؑ!
اب تک خراج دے کے گزرتا ہے آفتاب
لوحِ جبیں، وہ علمِ امامت کا ایک باب
رفتار میں وہ عدل کہ محشر بھی دے حساب
بازو ہیں اس طرح سے عطا پر تلے ہوئے
جیسے فلک پہ صلح کے پرچم کھلے ہوئے

کاکُل کی تیرگی سے مکمل ہر ایک رات
چہرے کی چاندنی سے درخشاں ہے کائنات
دیتے ہیں جان، جنبشِ ابرُو پہ معجزات
اَفشا ہے "رازِ کُن" کہ کشادہ جبیںؑ کا ہات
ہیں شاخِ گُل میں اوس کی بُوندیں اَڑی ہُوئی
یا زلفِ مجتبےٰؑ میں ہیں گرہیں پڑی ہُوئی

آنکھیں ہیں یا چراغ ابد کی فصیل کے
پلکیں ہیں یا حروف لبِ جبرئیل کے
عارض ہیں یا کنول مہ و انجم کی جھیل کے
اَعضا ہیں یا نقوش خیالِ جمیل کے
چہرہ حسنؑ کا ہے کہ شبیہہِ رسولؐ ہے
عالم تمام نقشِ کفِ پا کی دُھول ہے

یہ پھول پھول رنگ، طبیعت یہ باغ باغ
کونین پہ محیط مزاجِ دل و دماغ
جس کی مئے انا سے پگھلنے لگے ایاغ
مہتاب حسن بندِ قبا سے ہے داغ داغ
جس کی مدد سے حق کی سدا برتری ہوئی
جس کی قبا کو دیکھ کے دنیا ہری ہوئی

جو دلنشیں گریز کرے نام و ننگ سے
انساں کو تولتا نہ ہو تیر و تفنگ سے
جو آئینہ تراش لے وجدانِ سنگ سے
وہ امن آشنا، جسے نفرت ہو جنگ سے
صحرا، چمن کرے جو حدودِ چمن کے بعد
ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا، حسنؑ کے بعد

جس کا سلوک، خلقِ نبیؐ کا سلام لے
حق دے کے جو عدو سے حقیقی مقام لے
دستِ اجل سے نفس کے جو رختِ دوام لے
اِک جنبشِ قلم سے جو پرچم کا کام لے
سلطانیٔ بہشت، جسے کردگار دے
وہ کیوں نہ تاج و تخت کو ٹھوکر پہ مار دے

ٹکرائے گا حسنؑ سے کہاں کوئی بے نسب
یہ وجہِ ذوالجلال وہ اِبلیسؔ کا غضب
حیدرؑ کہاں، کہاں کوئی فرزندِ بنتِ شب
زہراؑ سے کیا ملے کوئی حَمَّالَۃَ الحَطَب
بیعت کی بحث ہی سرِ محفل فضول ہے
وہ پیکرِ خطا تو یہ ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے

گردِ خزف کجا، رُخِ دُرِّ نجف کجا
قطرہ کجا، یہ قلزمِ کوثر بکف کجا
دریوزہ گر کجا، شہِ عالی شرف کجا
کنکر کجا، یہ جوہرِ حسنِ صدف کجا
"تحت الثریٰ کو ہمسرِ عرشِ علا کہوں؟
دنیا، ترے ضمیر کی پستی کو کیا کہوں؟

اے شہسوارِ دوشِ پیمبر مرے امام
اے والیِ بہشتِ بریں، رحمتِ تمام
تُو نے پیا ہے زہر سے لبریز غم کا جام
تجھ کو غرورِ عظمتِ سقراط کا سلام
انساں کو آشتی کا قرینہ سکھا دیا
تو نے دلوں کو چین سے جینا سکھا دیا

عالم میں ہے نجاتِ بشر کی نوید تو
محشر میں بابِ خلدِ بریں کی کلید تو
دو بار راہِ حق میں ہوا ہے شہید تو
جنت تو کیا ہے، عرشِ معلّٰی خرید تو
کیا زہر کم تھا، تلخ کلامی کے واسطے؟
اب تیر آرہے ہیں سلامی کے واسطے

کیوں بجھ گیا چراغ نبیؐ کے مزار کا؟
کیوں رنگ اُڑ گیا ہے غمِ روزگار کا
بڑھتا ہے اضطراب دلِ سوگوار کا
پردے میں شور کیوں ہے کسی پردہ دار کا
پھر زخم ہو گیا کوئی تازہ، الٰہی خیر!
پھر گھر کو آرہا ہے جنازہ، الٰہی خیر!!

زہراؑ کے لالؑ، تیرے چمن کو مرا سلام
تیری ہر اک اُداس بہن کو مرا سلام
عباسؑ کی جبیں کی شِکن کو مرا سلام
چھلنی بدن کو سُرخ کفن کو مرا سلام

صدمہ ترا بہت ہے سَشِ مشرقین کو
پُرسہ میں دے رہا ہوں اِمام حسینؑ کو

نہ پُوچھ میرا حُسینؑ کیا ہے؟

جہانِ عزم و وفا کا پیکر
خِرد کا مرکز، جنوں کا محور
جمالِ زہراؑ، جلالِ حیدرؑ
ضمیرِ انساں، نصیرِ داور
زمیں کا دل، آسماں کا یاورؔ
دیارِ صبر و رضا کا دلبر
کمالِ ایثار کا پیمبر
شعورِ امن و سکوں کا پیکر
جبینِ انسانیت کا جھُومر
عرب کا سہرا، عجم کا زیور
حُسینؑ تصویرِ انبیاءؑ ہے
نہ پُوچھ میرا حُسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ اہلِ وفا کی بستی
حسینؑ آئینِ حق پرستی
حسینؑ صدق و صفا کا ساقی
حسینؑ چشمِ انا کی مستی
حسینؑ پیش از عدم، تصوّر
حسینؑ بعد از قیامِ ہستی
حسینؑ نے زندگی بکھیری
فضا سے ورنہ قضا برستی
عروجِ ہفت آسمانِ عظمت
حسینؑ کے نقشِ پا کی مستی
حسینؑ کو خُلد میں نہ ڈھونڈو
حسینؑ مہنگا ہے خلد سستی
حسینؑ مقسومِ دین و ایماں
حسینؑ مفہوم "ھَلْ اَتیٰ" ہے
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ دل ہے، حسینؑ جاں ہے
حسینؑ قرآں کی زباں ہے
حسینؑ عرفاں کی سلطنت ہے
حسینؑ اسرار کا جہاں ہے
حسینؑ سجدوں کی سرزمیں ہے
حسینؑ ذہنوں کا آسماں ہے
حسینؑ زخموں بھری جبیں ہے
حسینؑ عظمت کا آستاں ہے
اُٹھا رہا ہے جو لاشِ اکبرؑ!
حسینؑ بوڑھا نہیں جواں ہے
وہ سرخرُوئے نشیبِ صحرا
وہ سربلندِ سرِ سناں ہے
وہ بدرِ افلاکِ آدمیت!
وہ صدرِ اربابِ کربلا ہے
نہ پُوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ ایماں کی جستجو ہے
حسینؑ یزداں کی آبرُو ہے
حسینؑ تنہا تھا کربلا میں
حسینؑ کا ذکر چار سُو ہے
فرات کی نبض رُک گئی ہے؟
حسینؑ مصروفِ گفتگو ہے
جہاں گلابوں سے اَٹ گیا ہے
حسینؑ شاید لہُو لہُو ہے
حیات کے اِرتقا سے پُوچھو
حسینؑ پیغمبرِ نمو ہے
حسینؑ کا حوصلہ نہ پُوچھو
حسینؑ لُٹ کر بھی سرخرُو ہے
وہ دیکھ فوجوں کے درمیاں بھی
حسینؑ تنہا ڈٹا ہُوا ہے
نہ پُوچھ میرا حسینؑ کیا ہے

حسینؑ نکھرا ہُوا قلندر
حسینؑ بپھرا ہُوا سمندر
حسینؑ بستے دلوں سے آگے
حسینؑ اُجڑے دلوں کے اندر
حسینؑ سلطانِ دین و ایماں
حسینؑ افکار کا سکندر
حسینؑ سے آدمی کا رُتبہ!
حسینؑ ہے آدمی کا "مَن دَر"
خدا کی بخشش ہی خیمہ زن ہے
حسینؑ کی سلطنت کے اندر
حسینؑ داتا، حسینؑ راجہ
حسینؑ بھگوَن، حسین سُندر
حسینؑ آکاش کا رشی ہے
حسینؑ دھرتی کی آتما ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

حسینؑ، میدان کا سپاہی
حسینؑ، دشتِ انا کا راہی
حسینؑ، فرقِ اجل کا بَل ہے
حسینؑ اندازِ کجکلاہی!
حسینؑ کی گردِ پا، زمانہ!
حسینؑ کی ٹھوکروں میں شاہی
حسینؑ معراجِ فقرِ عالم
حسینؑ، رمزِ جہاں پناہی
حسینؑ ایقان کا مُنارہ
حسینؑ اوہام کی تباہی
ضمیرِ انصاف کی لغت میں
حسینؑ معیارِ بے گناہی
بنامِ جبر و غرورِ شاہی
حسینؑ غیرت کا فیصلہ ہے
نہ پُوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ تفرّدِ انا کا غازی
حسینؑ جنگاہ میں نمازی
حسینؑ حسنِ نیاز مندی
حسینؑ اعجازِ بے نیازی
حسینؑ آغازِ جاں نثاری
حسینؑ انجامِ جاں گدازی
حسینؑ توقیرِ کار بندی
حسینؑ تعبیرِ کارسازی
حسینؑ معجز نمائے دوراں
حسینؑ حق کی فسوں طرازی
حسینؑ ہارا تو یوں کہ جیسے
حسینؑ نے جیت لی ہو بازی
حسینؑ سارے جہاں کا وارث
حسینؑ کہنے کو بے نوا ہے
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے

حسینؑ پیغمبرِ بہاراں!
حسینؑ تسکینِ دلفگاراں

حسینؑ مہرِ حجازِ ہستی
حسینؑ سالارِ شہسواراں

کہ دیدہ و دل کے دشت و در میں
حسینؑ تمثیلِ ابر و باراں

حسینؑ تدبیرِ جاں فروشاں
حسینؑ تقدیرِ سوگواراں

کبھی تو چشمِ ہنر سے دیکھو
حسینؑ رشکِ رخِ نگاراں

حسینؑ حسنِ مہِ محرّم!
حسینؑ ہی عیدِ روزہ داراں

حسینؑ سرمایۂ ابرار کا!
حسین اعجازِ اولیاء ہے
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ اک دلنشیں کہانی
حسینؑ دستورِ حق کا بانی
حسینؑ عباسؑ کا سراپا
حسینؑ اکبرؑ کی نوجوانی
حسینؑ کردارِ اہلِ ایماں
حسینؑ معیارِ زندگانی
حسینؑ قاسمؑ کی کم نمائی
حسینؑ اصغرؑ کی بے زبانی
حسینؑ سجادؑ کی خموشی
حسینؑ باقرؑ کی نوحہ خوانی
حسینؑ دجلہ کا خشک ساحل
حسین صحرا کی بیکرانی
حسینؑ زینبؑ کی کس مپرسی
حسینؑ کلثومؑ کی ردا ہے
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے

○

بکھر رہے تھے یہ سجدے، سنور گئے سجدے
نبیؐ کے چین سے پہلے، نبیؐ کے چین کے بعد
یہ دین مر بھی چکا تھا، نہ مر سکے گا یہ دین
مرے حسینؑ سے پہلے، مرے حسینؑ کے بعد

خطیبِ نوکِ سناں

شبّیرؑ! کربلا کی حکومت کا تاجدار
وحدت مزاج ، دوشِ نبوّت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گداگروں سے ہراساں ہے روزگار

جس نے زمیں کو عرش مقدّر بنا دیا
ذرّوں کو آفتاب کا محور بنا دیا

وہ جس کی بندگی میں سمٹتی ہے داوری
کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری
لُٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی داوری
جس نے سمندروں کو سکھائی شناوری

وہ جس کا غم اثر کی صورت تنا ہُوا
صحرا ہے رشکِ موجۂ کوثر بنا ہُوا

جس کی خزاں بہارِ گلستاں سے کم نہیں
جس کی جبیں لطافتِ قرآں سے کم نہیں
جس کا اصول حکمتِ یزداں سے کم نہیں
جس کی زمین، خلد کے ایواں سے کم نہیں

وہ جس کی پیاس منزلِ آبِ حیات ہے
وہ جس کا ذکر آج بھی وجہِ نجات ہے

وہ کہکشاں جبیں، وہ ذبیحِ فلک مقام
جس نے جبینِ عرش پہ لکھّا بشر کا نام
جس نے کیا ضمیرِ لبِ تا میں سدا قیام
جس کی عنایتوں کو سخاوت کرے سلام
نوکِ سناں کو رُتبۂ معراج بخش دے
ذرّوں کو جو فلک کا حسیں تاج بخش دے

کنکر کو دُر بنائے کہاں کوئی جوھری
ایجاد کی حسینؑ نے یہ کیا کیمیا گری
بخشی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
بچّوں کو ایک پل میں بنا نا گیا جری!
وہ جس نے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میرِ کاروانِ مودّت ہے وہ حسینؑ
جو رازدارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسینؑ
جو مرکزِ نگاہِ مشیّت ہے وہ حسینؑ
جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسینؑ
وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی "نہیں" کو "ہاں" میں بدلنا محال ہے

مولاؑ! تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کرنیں وہ پھوٹتی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی اِحترام سے
پایا ہے وہ مقامِ ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

○

اگر نہ صبرِ مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزمِ پیمبرؐ کی ابتدا کرتے؟
نبیؐ کے دیں کو تمنّا تھی سرفرازی کی
حسینؑ سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے؟

کربلا

کربلا، اے سرخرو لوگوں کے سجدوں کی زمیں
قبلۂ فکر و نظر اے کعبۂ اربابِ دیں
مرکزِ انوارِ حق، اے بوسہ گاہِ مرسلیں!
تیرے ذرّوں سے دمکتی ہے دو عالم کی جبیں
ضَو، ستاروں میں ہے تیری مانگ بھرنے کے لیے
آسماں جھکتا ہے تجھ کو سجدہ کرنے کے لیے!

کربلا، اے معجزاتِ ابنِ آدم کی کتاب
محورِ مہر و مہ و انجم، جبینِ انقلاب
ظلمتِ باطل کو تُو ہے عرصۂ یوم الحساب
تیرے ہر ذرّے میں گم ہے کتنی صدیوں کا شباب
تُو نجاتِ ملّتِ بیضا کی وہ تحریر ہے
تیری مٹّی ابنِ مریمؑ کے لیے اکسیر ہے

کربلا، اے عظمتِ عرشِ معلّےٰ کا حصار
اے زمیں پر آسمانوں کی اکیلی تاجدار
روز و شب کی گردشیں، تیرے بگولوں پر نثار
تیری مٹّی چُومتا ہے صبر کا پروردگار!
تیرہ بختوں کے لیے تو رہگزارِ طور ہے
تُو غرورِ اہرمن کی دسترس سے دُور ہے

کربلا اے نقطۂ تکمیلِ معیارِ حرم
ٹوٹ کر تجھ پر برستا ہے سدا ابرِ کرم
تجھ سے قائم ہے مزاجِ آدمیّت کا بھرم
تیری ویرانی ہے فردوسِ بریں سے محترم
تُو مقدّس ہے بہت اہلِ بصارت کے لیے
انبیاء آتے ہیں روز و شب زیارت کے لیے

کربلا اے اختتامِ رہگزارِ بندگی
تُو نے زندہ کر دیا پھر سے وقارِ بندگی
اے رگِ باطل پہ ضربِ ذوالفقارِ بندگی
تُو جہاں میں ہے مزاجِ اقتدارِ بندگی
تُو فنا کی دھول میں نقشِ بقا انجام ہے
تُو فرشتوں پر بشر کی فوقیت کا نام ہے

کربلا، اے فاتحِ رسمِ درہِ شام و سحر
تُو نے اپنی خاک سے پیدا کیے شمس و قمر
تُو اگلتی ہے سدا حق کے حسیں لعل و گہر
تیرا ہر ذرّہ ہے جبریلِ اَمیں کا ہمسفر
جب تری مٹی شہیدوں کا بچھونا ہو گئی
جو ہری سب مر مٹے تجھ پر، تو "سونا" ہو گئی

یاد کر، پہلے تو کیا تھی؟ اِک زمینِ امتحاں
ہر طرف گرمِ سفر تھیں زلزلوں کی ہچکیاں
خیمہ زن تھے چار سُو وحشی حذر کے کارواں
زندگی کیا، موت کی سانسیں اُکھڑتی تھیں یہاں
کس کے سجدے نے تیرے دل کو مصلّٰے کر دیا
کس نمازی نے تجھے چھُو کر معلّٰے کر دیا

وہ حسینؑ ابنِ علیؑ، تعبیرِ خوابِ انبیاؑ
صاحبِ "اسرارِ کن" فخرِ دلِ ارض و سما
رونقِ بزمِ یقیں، صدرِ ہجومِ اولیاؑ
وہ سخی وہ مسند آرائے سریرِ ائمہؑ
جس کی برکت سے تُو ارضِ کبریا کہلائے گی
خاک تیری حشر تک "خاکِ شفا" کہلائے گی

کربلا تجھ پر، ترے سارے خزینوں پر سلام
تیرے سینے پر سجے دلکش نگینوں پر سلام
خون کے چھینٹوں میں تر، اُجلی جبینوں پر سلام
عرش قامت، گلبدن صحرا نشینوں پر سلام
میں کہ دریوزہ گرِ دروازۂ حسنینؑ ہوں
کربلا، تیری زیارت کے لیے بے چین ہوں

مریمِ کربلا سلام اللہ علیہا

زینبؑ، نبیؐ کا ناز، اِمامت کی آبرُو
جس کے شرف کی دھوم ہے عالم میں چار سُو
شرم وحیا کی جھیل، شرافت کی آبجُو
جبرؔیل جس کا نام نہ لیتا ہو بے وضو!
وہ جس کا ذکر سن کے فضا عطر بیز ہے
تعظیم دیکھنا کہ قلم سجدہ ریز ہے

بزمِ نساء کی صدر، مصائب میں حق شناس
جس کی رِدا اٹھی دیں کے لیے خُمس میں لباس
جس کا وجود، حق کے ارادوں کا اقتباس
کوثر کی موج بن گئی جس کے لبوں کی پیاس
جو لُٹ کے بھی وجودِ خُدا کی دلیل تھی
اپنی صداقتوں کی جو تنہا وکیل تھی

مہکا گئی جو اپنے چمن کی کلی کلی
جس نے حُسینیّت کو سجایا گلی گلی
کانٹوں بھرے سفر میں جہاں تک چلی چلی
لیکن سکھا گئی ہے جہاں کو علیؑ علیؑ
اِسلام بچ گیا یہ اسی کا کمال تھا
ورنہ خدا کے دیں کا تعارف محال تھا

ہر چند اُس کے باغ کی ہر شاخ جھڑ گئی
لیکن مثالِ برق ہواؤں سے لڑ گئی
بھائی کے ساتھ ساتھ اصولوں پہ اَڑ گئی
زینبؑ ضمیرِ سنگ میں آئینے جَڑ گئی
بھائی سے یوں بہن نے تڑپ کر عَلَم لیا
آخر یزیدیت کو فتح کر کے دَم لیا

طاعت میں بے مثال، شجاعت میں بے بدل
قدموں میں بھی ثبات، ارادوں میں بھی اٹل
سیرت میں بُردبار، بصیرت میں بے خلل
معیار باوقار تو گفتار برمحل
انساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی
زینبؑ حُسینیت کو بھی جینا سکھا گئی

اللہ رے عزم و ہمتِ بنتِ شہِ نجف
حالاتِ غم بجاں تھے تو جذبات سر بکف
ہر چند ریزہ ریزہ تھا احساس کا صدف
پھر بھی بصد خروش چلی شام کی طرف
ظلمت کو عکسِ صبحِ درخشاں بنا دیا
پاؤں کے آبلوں کو گلستاں بنا دیا

زنداں میں حریت کے دریچوں کو وا کیا
ہر فرضِ کردگار اُجڑ کر ادا کیا
اِسلام کو حسینؑ سا بھائی عطا کیا
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کہ زینبؑ نے کیا کیا
دیں کی خزاں کو تھی جو ضرورت بہار کی
زینبؑ نے ہنس کے چادرِ زہرؑا نثار کی!

پردے میں رہ کے ظلم کے پردے اُلٹ گئی
پہنی رسن تو ظلم کی زنجیر کٹ گئی
نظریں اُٹھیں تو جبر کی بدلی بھی چھٹ گئی
لب سی لیے تو ضبط میں دنیا سمٹ گئی
بولی تو پتھّروں کو پگھلنا سِکھا گئی
اِنساں کو لغزشوں میں سنبھلنا سکھا گئی

مریم مزاج، عرش مکاں، آسماں قدم
عصمت مآب، خلد زمیں، کہکشاں حرم
زہراؑ شعور، حاجرہ خو، مصطفےٰؐ حشم
خالق صفت، کلیم زباں، مرتضےٰ کرم
بہرِ ستم یہ صبر کی شمشیر بن گئی
زینب دیارِ شام میں شبّیر بن گئی

دیکھا جو کربلا میں دلِ دیں کا اِنتشار
نکلی نیامِ خیمہ سے شمشیرِ کردگار
ملنے لگا زمیں میں تشدّد کا اقتدار
مجبُور ہو کے رہ گیا شاہی کا اِختیار
حملہ کیا تو کر گئی اعلانِ عام بھی
تاحشر اب نہ لے کوئی بیعت کا نام بھی

روحِ وفا، مزاجِ حیا، پیکرِ حجاب
وہ جس کے سائے سے بھی گریزاں تھا آفتاب
لیکن گہن میں دیکھ کے زہرا کا ماہتاب
آیا کچھ اس طرح سے طبیعت میں انقلاب
بعد از حسینؑ صبر کی عکّاس بن گئی
بنتِ علیؑ جلال میں عبّاس بن گئی

گرتے ہوئے عَلم کو سنبھالا کچھ اس طرح
بھائی کے خوں سے دیں کو اُجالا کچھ اس طرح
تاجِ شہی فضا میں اُچھالا کچھ اس طرح
نطقِ پدر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح
ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی
پردہ نشیں تھی حیدرِؑ کرار بن گئی

طے ہو چکے جو صبرِ مسلسل کے مرحلے
دیکھو وہ لب ہلے وہ کھُلے دیں کے مسئلے
چونکے خُمارِ خواب سے مدّت کے ولولے
زینبؑ جگا رہی ہے سرِ شام زلزلے
آواز گونجتی ہے جو عرشِ بریں پر!
جبریل پَر بچھائے ہوئے ہے زمیں پر!

لوگو زمیں بھی ہم ہیں، فلک بھی فضا بھی ہم
حق آشنا بھی، خالقِ حق کی رضا بھی ہم
لوح و قلم بھی ہم ہیں، قدر بھی قضا بھی ہم
عادل بھی ہم، قسیمِ جزا و سزا بھی ہم
دیکھو ہمیں کہ ہم ہی رُخِ ذُوالجلال ہیں
پہچان لو کہ ہم ہی محمدؐ کی آل ہیں

سوچو کجا یہ رنج و محن اور ہم کجا
دیکھو کجا یہ طوق وَ رَسن اور ہم کجا
لوگو کجا یہ سُرخ کفن اور ہم کجا
بولو، کجا یہ بھیڑ، گھٹن اور ہم کجا
پوچھو، مرے چمن کے شگوفے کدھر گئے؟
کتنے یتیم تھے جو سفر ہی میں مر گئے؟

یہ بے رِدا اَسیر محمدؐ کے گھر کے ہیں !
سارے ہی تشنہ لب ہیں اور آٹھوں پہر کے ہیں
مہمان کچھ یتیم یہاں رات بھر کے ہیں
پاؤں میں آبلے بھی اَبھی تک سفر کے ہیں
تحریر کس طرح کی یہ لوحِ جہاں پہ ہے
منبر پہ بے نماز، نمازی سِناں پہ ہے

کھُلنے لگی وہ بات جواب تک تھی راز میں
آیا جو زلزلہ سا ضمیرِ حجاز میں
یہ احتجاج بارگہِ بے نیاز میں -!
یا رَب! سرِ حسینؑ کٹے اور نماز میں
یہ کہہ کے جب حسینؑ کو دیکھا تو رُک گئی!
زینبؑ خموش ہو کے سکینہؑ پہ جھک گئی!

علیؑ کی بیٹیؑ

قدم قدم پر چراغ ایسے جلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
ستم کی بنیاد اِس طرح سے ہلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا، دماغِ انسانیت جہالت کی تیرگی میں
جنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس معجزے پہ اب تک
کہ سنگریزوں کو آبگینے بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

ابد تلک اب نہ سَر اُٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرورِ شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاشِ اکبر سے پا برہنہ رسن پہن کر
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو رلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

میں اس کے در کے گداگروں کا غلام بن کر چلا تھا محسنؔ
اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

○

حسین چشمِ خزاں سے اوجھل بہار تیری یہ باغ تیرا
نہیں بدلتی رُتوں کی زد میں یہ سوچ تیری دماغ تیرا
مزاجِ فطرت بدلنے والے تیری بقا کی دلیل یہ ہے
کہ آندھیوں سے خراج لیتا ہے مسکرا کر چراغ تیرا

سلام

○

حسینؑ کی دکھ بھری کہانی تمام دنیا سُنا کرے گی
جو رو پڑے گا اُسے جہاں میں علیؑ کی دُعا کرے گی

عجیب ماں ہے جو چھ مہینوں کا لال قربان کر رہی ہے
کبھی جو اصغرؑ کی یاد آئی، "رباب" زنداں میں کیا کرے گی

حسینؑ باقرؑ سے کہہ رہے تھے مری سکینہؑ کو ساتھ رکھنا
سفر کے ہر موڑ پر یہ بچّی تجھے دلاسے دیا کرے گی

نبیؐ کے روضے پہ اِک ضعیفہ جنابِ زینبؑ سے کہہ رہی تھی
کہ بعدِ عبّاسؑ ہر قدم پر مری رُقیہؑ وفا کرے گی

حسینؑ کی لاشِ بے کفن سے یہ کہہ کے زینبؑ جدا ہوئی ہے
جو تیرے مقتل میں بچ گیا ہے وہ کام میری رِدا کرے گی

○

اِس نہج پہ انسان نے سوچا ہی کہاں ہے ؟
شبیرؑ زمانے میں رسالت کی زباں ہے

یہ ابر کا ٹکڑا جو بِکھرتا ہے فضا میں
سادات کے جلتے ہُوئے خیموں کا دُھواں ہے

بہنے لگا ہر ظلم مثالِ خس و خاشاک
زینبؑ ، تری تقریر بھی اِک سیلِ رواں ہے

شبیرؑ کی آواز جو گونجی سرِ مقتل !
زینب یہی سمجھی ، علی اکبرؑ کی اذاں ہے

کیوں برق سی گرتی ہے سرِ لشکرِ اعدار
اصغرؑ کے لبوں پر تو تبسّم کا نشاں ہے

بازار کے ہر موڑ پہ زینبؑ نے صدا دی!
سجّاد سے پُوچھو، مرا عبّاسؑ کہاں ہے ؟

شبّیرؑ کا غم بھول کے دنیا کی خبر لے !
محسنؔ کو ابھی اتنی فراغت ہی کہاں ہے ؟

○

دل جب سے ہے خاکِ رہِ قنبر کے برابر
میں خود کو سمجھتا ہوں سکندر کے برابر

سر نقشِ کفِ پائے ابوذرؓ پہ ہے جب سے
دنیا ہے مرے پاؤں کی ٹھوکر کے برابر

مشکل ہے، کوئی رُتبۂ حیدرؑ کو سمجھ لے
ممکن نہیں قطرہ ہو سمندر کے برابر

صد شکر مری تشنہ لبی یاد ہے جس کو
بیٹھا ہے وہی ساقیٔ کوثر کے برابر

نِسبت نہ دو خورشید کو رخسارِ علیؑ سے
کنکر کو نہ لاؤ، رُخِ گوہر کے برابر

شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تو اصغرؑ تھا وہ لیکن
نِکلا سرِ میداں علی اکبرؑ کے برابر

محسنؔ کو نہیں خوف "نکیرین" لحد میں
کون آئے گا مولاؑ، ترے نوکر کے برابر

○

مظلومؑ کے ہاتھوں پہ جو دم توڑ رہا ہے
کم سِن ہے مگر قائدِ اربابِ وفا ہے

شبّیرؑ کے مقتل سے گزرتا ہے جو اکثر
وہ اَبر نہیں، ثانیِ زہراؑ کی ردا ہے

یہ کون مسافر تھا جو مدفن کو بھی ترسا!
یہ کس کا جنازہ تھا جو تیروں پہ رکھا ہے

زینب کی صدا سُن کے یہ جبریلؑ نے پوچھا
یہ حیدرِ کرّار کہاں بول رہا ہے ؟

اے روحِ پیمبرؐ، تری اُمّت ہے پریشاں
شاید تری بیٹیؑ تری اُمّت سے خفا ہے

ماتم کی صدا تیز کرو، سوچتے کیا ہو؟
شبّیرؑ ابھی نرغۂ اعدا میں گھِرا ہے

میں موت سے خائف ہوں نہ محشر سے ہراساں
محسنؔ مری بخشش کی سند خاکِ شفا ہے

○

تجھ کو دیارِ غیر کی آب و ہوا پسند
میں کیا کروں کہ مجھ کو ہے کرب و بلا پسند

میری سرشت تجھ سے جدا ہے بہر زماں
یعنی تو خود پسند ہے، میں ہوں خدا پسند

"ضربت"، پہ خلد، "نیند" پہ مرضی نثار کی
خالق کو مرتضیٰؑ کی ہے اِک اِک ادا پسند

ہر دم وہ دم ہے پھر دَمِ عیسیٰؑ کی آبرو
اِک بار آ گئی جسے خاکِ شفا پسند

شبیرؑ کی "نہیں" پہ دو عالم کی "ہاں" نثار
ایسا بھی کون ہوگا جہاں میں اَنا پسند

خوشبو رہِ نجف کی ہمیں یوں عزیز ہے
جیسے مسافروں کو وطن کی ہَوا پسند

خیبر شکن سے پوچھ قناعت کا بانکپن
ورنہ کسے ہے نانِ جویں سی غذا پسند
حُبِّ علیؑ کی مے کو جہاں سے چھپا کے رکھ
یہ جنس وہ ہے جس کو کریں انبیاء پسند
اِس کم سنی میں یُوں صفِ اعدا سے انتقام
اصغرؑ تو ابتدا میں ہُوا "اِنتہا پسند"
خواہش ہے، چاند کی بھی پرستش کروں کبھی
اِتنا ہے، اے حسینؑ ترا نقشِ پا پسند
دنیا مری ہنسی نہ اُڑائے تو کیا کرے؟
مجھ کو خوشی میں بھی ہے یہ رونا بڑا پسند
ثابت ہوئی یہ بات دیارِ دمشق میں
زینبؑ، خدا کے دیں کو ہے تیری ردا پسند
سایہ فگن ہے سر پہ مرے پرچمِ حسینؑ
مجھ کو نہیں ہے سایۂ "بالِ ہما" پسند

قطعات

○

خالق نے کچھ اس طرح اُتارے ہیں محمدؐ
ہر دور میں ہر شخص کو پیارے ہیں محمدؐ
اکثر درِ زہراؑ پہ یہ جبریلؑ نے سوچا
پیغام کسے دوں کہ یہ سارے ہیں محمدؐ

○

اُس باغ پہ توحید کا پہرہ نہ ہو کیونکر؟
جس باغ کی پہچان ہی زہراؑ سی کلی ہو
اُس شخصؐ کے رُتبے کی بلندی پہ نہ جاؤ
جس شخصؐ کے ادنیٰ سے غلاموں میں علیؑ ہو

○

دل میں چاہت ہے پیمبرؐ کی تو دوزخ کیسی؟
پھر سرِ حشر یہ رحمت کا لبادہ کیا ہے!
اے فرشتو! میرے اعمال نہ دیکھو ٹھہرو!
پہلے پُوچھو کہ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے

○

محمدؐ کی چاہت دماغوں کی شاہی
محمدؐ کی نفرت دلوں کی تباہی
محمدؐ کی بخشش، خدا کا خزانہ
محمدؐ کی رنجش، عذابِ الٰہی

○

یہ بات مجھ پہ میرے عقیدے کا فیض ہے
یہ مسئلہ نہیں ہے فروغ و اصول کا
ہر چودھویں کا چاند ہے نقشِ کفِ نبیؐ
ہر دوپہر کی دھوپ ہے سایہ رسولؐ کا

○

فکرِ بشر خیالِ نبوت کی دھول ہے
معیارِ بندگی میں کوئی ضد فضول ہے
پتھّر کو رزقِ نطق ملے جس کے ہاتھ سے
سمجھو وہ بالیقین خدا کا رسولؐ ہے

○

ہر صبح ، مکافات کی شاموں کے لیے ہے
دنیا دلِ نادار کے کاموں کے لیے ہے
اَعدائے نبوّت کا ٹھکانہ ہے جہنّم
جنّت تو محمدؐ کے غلاموں کے لیے ہے

○

نازاں ہوں مقدّر پہ ہے احسان محمدؐ
ہوں آئینہ بردارِ غلامانِ محمدؐ
چھیڑے نہ مجھے حشر کے سورج کی حرارت
حاصل ہے مجھے سایۂ دامانِ محمدؐ

○

باطل کی سازشوں کو کچلتے رہیں گے ہم
جب تک رہے گا ہاتھ میں پرچم حسینؑ کا
قصرِ یزیدیت کی دراڑوں سے پوچھ لو
تاریخ انقلاب ہے ماتم حسینؑ کا

○

تمام لفظ ترے حق کا انتخاب ہوئے
تمام زخم ترے ظلم کا جواب ہوئے
ترے لہو کے وہ چھینٹے جو آسماں پہ پڑے
انہی میں کچھ مہ و انجم کچھ آفتاب ہوئے!

○

اِنساں کی جبیں پہ ستارے سجا دیے
زخموں سے پھول دشت بلا میں کھلا دیے
نوکِ سناں پہ بول کے میرے حسینؑ نے
تاریخ کی زباں پہ تالے لگا دیے

○

اصولِ دیں نہ بچاتے جو کربلا والے
ورق ورق یہ کہانی بکھر گئی ہوتی
بچا گیا اسے سجدہ حسینؑ کا ورنہ
نمازِ عصر سے پہلے ہی مر گئی ہوتی

○

نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا ناز، نبوّت کا نورِ عین بنا
علیؑ کا خون، لعابِ رسولؐ، شیرِ بتولؑ
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسینؑ بنا

○

خالق کی آبرُو کے محافظ، علیؑ کے لال
نذرانۂ سجودِ ملائک وصول کر!
اکبرؑ کی لاش پر بھی تُو بیٹھا ہے مطمئن
شبّیرؑ انبیاء کی سلامی قبول کر

○

یادِ غمِ حسینؑ دلوں کی سرشت ہے
ورنہ یہ رنگ و بُو کا جہاں سنگ و خشت ہے
قانون بن کے جس میں رواں ہو حسینیّت
کوئی زمیں بھی ہو وہ یقیناً بہشت ہے

آ دیکھ کربلا کو بشر کے شعور میں
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرّے بھی نور میں
تاثیرِ خونِ ابنِ علیؑ ہے کہ آج تک
جھکتا ہے آسماں بھی زمیں کے حضور میں

○

مظلوم کا غم گردشِ دوراں سے جُدا ہے
یہ درد ہر اک دل کے خزانے میں چھُپا ہے
ہر وقت جھپکتی ہُوئی آنکھوں کو ذرا دیکھ!
گر ماتمِ شبّیرؑ نہیں ہے تو یہ کیا ہے؟

○

فطرت یہ کہہ رہی ہے کہ کونین کا نصیب
تحریر ہے حُسینؑ کی زخمی جبین پر!
دیکھو، عروجِ خاکِ رہِ کربلا کہ آج!
جنّت یہ چاہتی ہے "میں ہوتی زمین پر"

○

سورج ابھی نہ جا تو حدِ مشرقین سے
جبریلؑ! ایک پل کو ٹھہر تو بھی چین سے
اے موت، سانس روک، زمانے قیام کر
مصروفِ گفتگو ہے خدا خود حسینؑ سے

○

شبیرؑ! اگر دل میں ترا نقشِ قدم ہے
کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے
یہ راز کھلا "حُر" کے مقدر سے جہاں میں
جنّت تو ترے اِک تبسّم سے بھی کم ہے

○

وہ ابنِ مظاہر ہو کہ حُر، جَوَن کہ مسلم
یہ کہہ کے بچھڑتا تھا ہر اک "دارِ فنا" سے
"جنّت میں بھی مشکل سے مری آنکھ کھُلے گی
سویا ہوں میں شبیرؑ کے دامن کی ہَوا سے"

○

تُو نے نماز پڑھ کے سرِ دشتِ کربلا
کھنا ہے کون صرف اِرم ہی خرید کی
شبیرؑ تیرے آخری سجدے کی ضرب سے
سانسیں اکھڑ رہی ہیں ابھی تک یزید کی

○

بڑھتی ہے برہمی سی ذرا نورِ عین میں
ملتا ہے اضطراب یونہی دل کے چین میں
سیلاب دیکھتا ہوں تو آتا ہے یہ خیال
پانی بھٹک رہا ہے تلاشِ حسینؑ میں

○

ہر ایک اشک شبنمِ برگِ گلِ نجات ہے
"کالی قبا" لبادۂ عرشِ بریں ہے
"ماتم نہیں" حسینؑ کی عظمت کا طبل ہے
"نوحہ نہیں" ترانۂ فتحِ مُبین ہے

—

○

لمحہ اُبھر رہا ہے وہ ردّ و قبول کا
چہرہ دمک رہا ہے فروع و اصول کا
صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی صداقتیں
تاریخ لکھ رہا ہے نواسہ رسولؐ کا

○

اُسی بشر کو شہِ مشرقین کہتے ہیں
دلاوروں کے دل و جاں کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سرِ غرورِ یزید
اُسے سِناں کی لغت میں حسینؑ کہتے ہیں

○

جب سے اُٹھا ہے ظلم کا پہرہ فرات سے
کہتی ہے موج موج کہانی حسینؑ کی
حیران ہو کے پوچھتا پھرتا ہے سیلِ آب
کیا چاہتی تھی تشنہ دہانی حسینؑ کی